The Separationof East Pakistan

عظیم المیہ

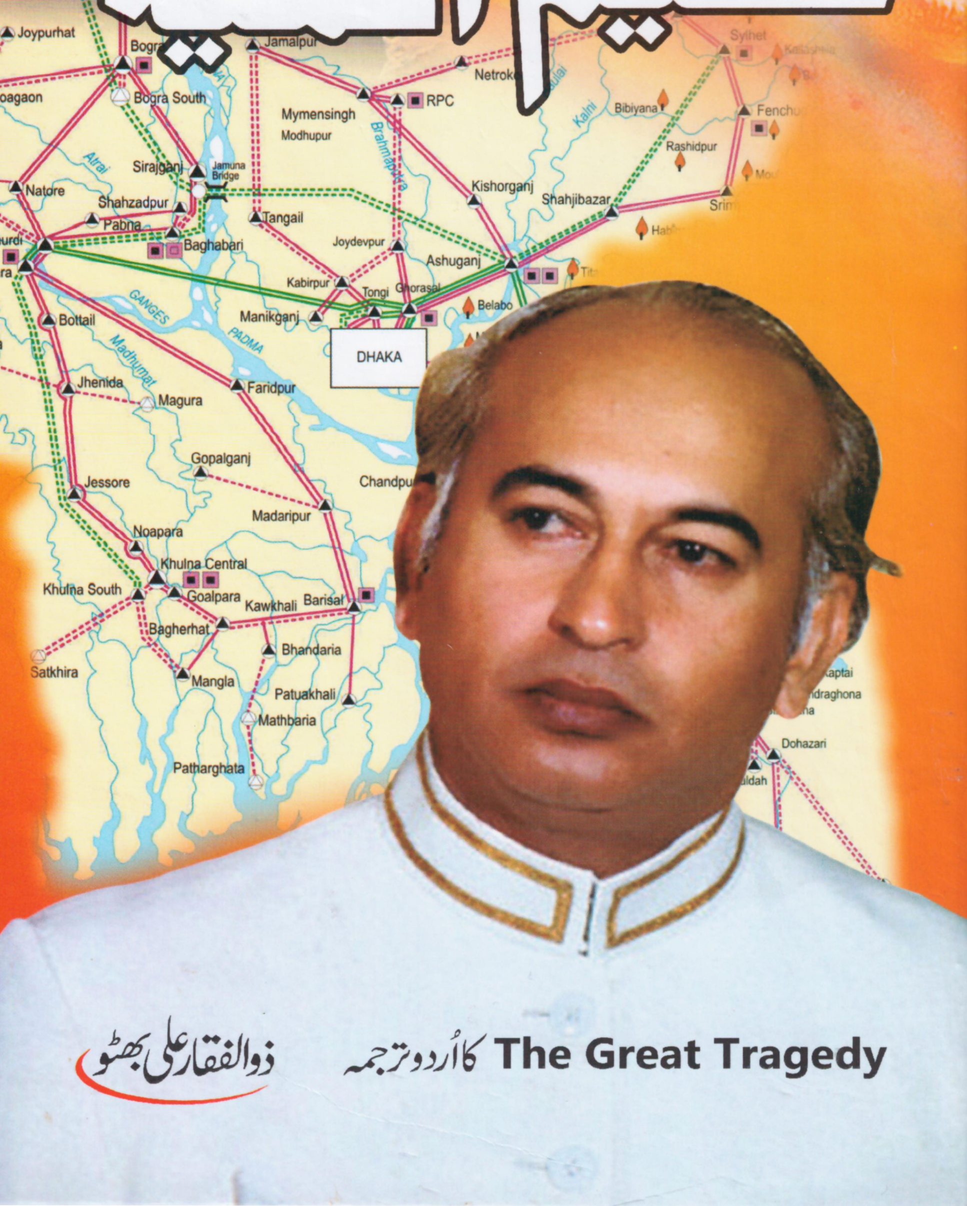

ذوالفقار علی بھٹو

The Great Tragedy کا اُردو ترجمہ

The Seperation of East Pakistan

عظیم المیہ

ذوالفقار علی بھٹو کی کتاب The Great Tragedy کا اُردو ترجمہ

ذوالفقار علی بھٹو

فیکٹ پبلی کیشنز

14/B علی پلازہ سیکنڈ فلور ٹیمپل روڈ لاہور فون: 042-35240076
Website:www.factpublications.com
Email: factpublications@fact.com

www.bhutto.org

All Rights Reserved

All Rights Reserved. No part of this book may be reprinted in any form or by any means electronic or mechanical, including photocopying, recording or by any information storage retrieval system without prior permission of the publisher.

کتاب	:	عظیم المیہ
مصنف	:	ذوالفقار علی بھٹو
ایڈیٹر	:	وسیم شیخ
ڈیزائن	:	فیکٹ کری ایٹو ڈیپارٹمنٹ
قانونی مشیر	:	تیموری لاء ایسوی ایٹس 13 فین روڈ لاہور
قیمت	:	Rs: 500/

Fact Publications aims to promote creative work through book publishing.
More details for our publications, Visit @ www.factpublications.com
We welcome your feed back at: editor@factpublications.com

بہترین کتاب کی اشاعت کیلئے رابطہ کریں:

042-35240076, 0300-9482775

www.bhutto.org

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
❑	پیش لفظ	5
❑	عظیم المیہ	9
❑	رہنما جو عوام کی توقعات پوری نہ کر سکے	10
❑	صدر یحییٰ خان	18
❑	چھ نکات	21
❑	آئین پر بات چیت	32
❑	پیپلز پارٹی کی الجھن	40
❑	عوامی لیگ کا نقطہ عروج	44
❑	ڈھاکہ.......ڈرامے کا اختتام	55
❑	کراچی واپسی	70
❑	دنیا اور ہمارا بحران	72
❑	قانونی ڈھانچے کے حکم میں خامیاں	78
❑	حکومت اور اکثریتی پارٹی	82

www.bhutto.org

- شیخ مجیب الرحمان 85
- آخری فیصلہ 99
- حال اور مستقبل 104
- ایک پاکستان 115
- ضمیمہ نمبر 1 (چھ نکاتی فارمولے کا اصل متن اور ترمیم شدہ متن) 120
- قانونی ڈھانچے کے حکم مجریہ 1970 سے خاص خاص اقتباسات 124
- صدر مملکت جنرل آغا محمد یحییٰ خان کی تقریر کا متن 135

www.bhutto.org

پیش لفظ

1971ء میں پاکستان ایک زبردست المیہ سے دوچار ہوا۔ یہ بحران جس میں آج ملک گرفتار ہے، اچانک نہیں آیا ہے۔ میں نے نومبر 1967ء میں اپنی کتاب The Myth of Independence کے پیش لفظ میں کہا تھا:

"مجھے اعتراف ہے کہ یہ کتاب بڑی عجلت میں لکھی گئی ہے۔ ایسے حالات میں جن پر میرا اختیار نہیں ہے۔ مجھے وقت کے ساتھ دوڑنا ہے جو پاکستان کو نہایت تیزی کے ساتھ ایک ایسے دوراہے کی طرف کھینچے لئے جا رہا ہے۔ جہاں سے ایک راستہ کے سوا سارے راستے تباہی کی طرف جاتے ہیں۔"

چار سال سے بھی کم عرصے میں ہم اس دوراہے پر پہنچ گئے ہیں۔

ان صفحات میں، میں نے اس بحران کے بارے میں، جس میں آج پاکستان گھرا ہوا ہے اپنے ذاتی تاثرات اور پاکستان پیپلز پارٹی کے کردار کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے ماضی اور مستقبل کا تذکرہ صرف، اِس حد تک کیا ہے کہ اُس سے حال کو سمجھنے میں مدد ملے۔

میں اوائل مئی میں اپنے خیالات ضبط تحریر میں لے آیا تھا۔ ابتداً اس کا مقصد محض ذاتی یادداشت کے لئے انہیں نوٹ کر لینا تھا۔ لیکن جب حالات زیادہ خراب ہوتے گئے تو

www.bhutto.org

عظیم المیہ

میں نے اپنے عوام کو یہ بتانا فرض سمجھا کہ پاکستان اس بھیانک صورتحال میں کس طرح پھنس گیا۔ اس دوران کئی اور اہم باتیں رونما ہوئیں۔ میں نے ان باتوں کا تذکرہ نہیں کیا ہے لیکن بحران سے اُن کا تعلق ہے، اور اس سلسلہ میں ان کے گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔ میں نے حل کی تلاش کی خاطر اور موجودہ صورت حال کی عائد کردہ پابندیوں کے پیش نظر بعض معاملات پر کوئی رائے ظاہر نہیں کی ہے اور تحمل سے کام لیا ہے۔ تاہم ان باتوں کو ضرور ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ 28 جون کو صدر یحیٰی خان نے اپنے قانونی ڈھانچے کے حکم سے ہٹ کر جمہوریت کی بحالی کے لئے ایک نئے منصوبے اور ٹائم ٹیبل کا اعلان کیا۔ صدر نکسن کے قومی سلامتی کے مشیر، مسٹر ہنری کیسنگر نے جولائی میں پاکستان سے پیکنگ کا خفیہ دورہ کیا جس سے ایک نئے عالمی توازن کے لئے بہت سی راہیں کھل گئیں۔ 9 اگست کو روس اور ہندوستان کے معاہدے پر دستخط ہوئے جس نے برصغیر میں ایک زبردست تبدیلی پیدا کر دی، اور جو چین کو الگ تھلگ کرنے کے لئے سیکرٹری جنرل برزنیف کے ایشیائی سلامتی کے معاہدے کی راہ میں پہلے قدم کی حیثیت سے وسیع اثرات کا حامل ہے۔ حکومت نے مشرقی پاکستان کے حالیہ واقعات کے بارے میں اگست میں ایک وائٹ پیپر شائع کیا اور یہ اعلان بھی کیا کہ شیخ مجیب الرحمٰن پر "پاکستان کی خلاف جنگ کرنے" کے الزام میں مقدمہ کی سماعت بند کمرے میں 11 اگست کو شروع ہوگی۔ پاکستان کی نازک اقتصادی صورتحال کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے جو حال ہی میں بین الاقوامی مالی نظام میں ڈالر کے بحران سے اور زیادہ پیچیدہ ہوگئی ہے۔ ان میں سے زیادہ تر واقعات ہماری داخلی اور خارجہ پالیسیوں میں بنیادی تبدیلیوں اور جرأت مندانہ اقدام کے متقاضی ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ ہم اس چیلنج کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ہمارے ووٹروں نے ہمیں جو فرائض سونپے ہیں انہیں پورا کرنے کی ذمہ داری مزید کسی تاخیر کے

www.bhutto.org

بغیر ہمارے سپرد کر دی جائے۔

میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں، اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ پاکستان پیپلز پارٹی ملک کے دونوں بازوؤں کی اکثریتی پارٹی کے عظیم اتحاد کی خواہش مند تھی۔ یکم مارچ سے پہلے ہم نے عوامی لیگ کے تمام ضروری مطالبات ماننے کی کس طرح ہر ممکن کوشش کی اور اس تاریخ کے بعد ہم نے کس طرح یہ مطالبہ کیا کہ تعطل کو دور کرنے کی ہر تجویز آخر کار قومی اسمبلی میں منتخب نمائندوں کے فیصلے کیلئے پیش کی جائے۔ پاکستان کے عوام یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ عظیم المیہ کس طرح رونما ہوا۔ بہر حال اس وقت سب سے بڑا مسئلہ اس بحران کا حل ہونا ہے۔ ہمیں پاکستان کو بچانے کے لئے اپنی ساری کوشش صرف کر دینی چاہئیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر اختیارات بلا تاخیر منتقل کر دیئے گئے تو ہم عوام کی حمایت اور تعاون سے پاکستان کو بچا لیں گے۔ جیسا کہ میں نے 67ء میں کہا تھا، ایک راستہ کے سوا تمام راستے تباہی کی طرف جاتے ہیں۔

کراچی 20 اگست 1971ء

ذوالفقار علی بھٹو

www.bhutto.org

عظیم المیہ

www.bhutto.org

عظیم المیہ

پاکستان ایک شدید آزمائش سے گزر رہا ہے۔ یہ ملک جو دکھوں میں پیدا ہوا، آج اپنی زندگی کے شدید ترین بحران سے دوچار ہے۔ پاکستانیوں کے ہاتھوں پاکستانیوں کے قتل کے لرزہ خیز واقعات ختم نہیں ہوئے ہیں۔ خون اب بھی بہایا جا رہا ہے۔ ہندوستان کی جارحانہ مداخلت سے صورت حال اور بھی زیادہ الجھ گئی ہے۔ اگر اس وقت ہم نے اس بحران پر قابو پا لیا تو پاکستان ایک مقصدیت کے ساتھ زندہ رہے گا۔ ورنہ یہ تباہ کن تشنج اسے مکمل تباہی اور بربادی تک پہنچا دے گا۔ بہت کچھ اس پر منحصر ہے کہ ہم اس وقت کیا کرتے ہیں۔

ہمارا نقطہ آغاز 1940ء ہے۔ جب 23 مارچ کو ہندوستان کے مسلمانوں نے برصغیر میں ایک علیحدہ مسلم اسٹیٹ، پاکستان کا مطالبہ کیا ہے۔ یہ مطالبہ قرارداد لاہور میں درج تھا، جسے فضل الحق نے جو شیر بنگال کہلاتے تھے، پیش کیا۔ ملک کے دونوں حصوں کے درمیان بڑھتا ہوا بُعد پچھلے چند برسوں میں قرارداد لاہور پر ازسرنو تلخ بحث شروع ہو جانے کا نتیجہ ہے۔ پہلے 1966ء میں شیخ مجیب الرحمٰن نے اور پھر مولانا بھاشانی نے یہ دعویٰ کیا کہ قرارداد لاہور میں دو الگ الگ مسلم ریاستوں کا تصور پیش کیا گیا تھا۔ ایک مشرقی بازو ہیں اور دوسرا مغربی بازو ہیں۔ یہ قرارداد لاہور کی دیانت دارانہ تعبیر نہیں ہے۔ قیام پاکستان سے 1966ء تک قرارداد کو کسی نے بھی سنجیدگی سے یہ معنی نہیں پہنائے۔

www.bhutto.org

عظیم المیہ

قرارداد لاہور میں پورے پنجاب، پورے بنگال اور پورے آسام کو پاکستان میں شامل کرنے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ چونکہ بنگال اور پنجاب کو تقسیم کر دیا گیا اور آسام پاکستان کو نہیں دیا گیا اس لئے تقسیم کے وقت قرارداد کو محض اصول کے طور پر قبول کیا گیا۔ اس کے علاوہ اصل بات یہ ہے کہ برطانیہ نے جو برصغیر میں انتقال اقتدار کا ذمہ دار تھا۔ قانون آزادی ہند مجریہ 1947ء کے تحت اقتدار منتقل کیا اور اس قانون کے تحت دو آزاد خودمختار مملکتیں، ہندوستان اور پاکستان، وجود میں آئیں۔

ایک عام آدمی جسے اپنے وطن سے والہانہ محبت ہے، لیکن جو نہ ریاست کا وہ مفہوم سمجھتا ہے جو ہیگل نے بیان کیا تھا اور نہ اسے آسٹن کے خودمختاری کے تصور کا کچھ علم، یہ جاننا چاہتا ہے کہ یہ عظیم المیہ کیسے ظہور پذیر ہوا۔ 23 سال تک تو اُس نے عام انتخابات میں ووٹ تک نہیں ڈالا۔ 23 سال بعد اس نے اپنے نمائندوں کو منتخب کرنے کے لئے بڑے جوش اور امنگوں کے ساتھ پولنگ میں حصہ لیا۔ اس نے یہ سوچ کر ووٹ دیا کہ اب پاکستان کی اقتصادی خوشحالی اور سیاسی امن و امان اایک نیا دور شروع ہونے والا ہے۔ موجودہ بحران نے اس کی امیدوں کا محل چکنا چور کر دیا ہے۔ اس کی اقتصادی حالت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ وہ عام انسان جو صبح سے شام تک محنت مشقت کرتا ہے، جس کے بچے پھٹے کپڑوں میں رہتے ہیں، جو حیوانوں کی سی زندگی گزارتا ہے، یہ پوچھنے کا پورا حق رکھتا ہے کہ پاکستان اس انجام کو کیوں پہنچا۔ یہ اُس کا پاکستان ہے۔ اس کی تعمیر میں اُس کا خون پسینہ شامل ہے۔ اس کے لئے اُس نے قربانیاں دی ہیں۔ اُس کے ساتھ غداری کی گئی ہے۔

رہنما عوام کی توقعات پوری نہ کر سکے

حکومتوں نے امورِ مملکت کو اس بھونڈے طریقے سے چلایا کہ ایک غیر جانبدار مبصر

www.bhutto.org

یہ نتیجہ اخذ کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ پاکستان کی قیادت غلطیاں کرنے میں ماہر تھی۔ قیادت میں محض سیاستدان شامل نہیں۔ پورا سربرآوردہ طبقہ اس میں شامل ہے۔

پاکستان 1947ء میں ہنگاموں اور فسادات میں وجود میں آیا، تیس لاکھ سے زیادہ جانیں ضائع ہوئیں، اور ان سے بھی زیادہ لوگوں کے گھر اجڑ گئے۔ برصغیر کی تقسیم ایک کربناک واقعہ تھا۔ انگریز نے جاتے ہوئے پاکستان کو ہر مرحلے پر کمزور کر دیا اور ندامت کا کوئی احساس لئے بغیر رخصت ہو گیا۔ مہاجرین جن کے قافلے دور دور سے چل کر آئے، اپنے جسموں پر تقسیم کے گاؤ لئے ہوئے تھے۔ اُن کے دلوں میں صدیوں کی نفرت تھی جس نے پاکستان اور ہندوستان کے تعلقات کو بہت خراب کر دیا۔ کم وبیش اسی وقت حیدرآباد، جوناگڑھ اور کشمیر کے قضیئے شروع ہو گئے۔ اس سے تعلقات میں اور تلخی پیدا ہو گئی۔ 1948ء میں کشمیر پر ہندوستان اور پاکستان میں جنگ چھڑ گئی۔ کشمیر کے معاملے میں اقوام متحدہ پر بھروسہ کرنا اور 1949ء میں جنگ بندی قبول کرنا ایک شدید غلطی تھی۔ اس کے بعد کے کشمیر کا تنازع برصغیر کی سیاست میں ایک ناسور کی طرح پھیلتا چلا گیا۔ آج آزادی کو بیس سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد بھی دونوں ملک مصائب میں مبتلا ہیں۔

تقسیم کے فوراً ہی بعد زبان کا جھگڑا شروع ہوا اور اس سے ملک کے دونوں حصوں کے درمیان تلخی پیدا ہو گئی۔ پاکستان ایک کثی لسانی ملک ہے، اس میں مختلف قدیم زبانیں اور کلچر ہیں، ان میں سے کوئی کلچر ایسا نہیں ہے جو قومی انفرادیت کے منافی ہو۔ سابقہ حکومتوں کو چاہئے تھا کہ وہ مقامی ثقافتوں کے بے ڈھنگے طریقے سے دبانے کے بجائے ان کی حوصلہ افزائی کرتیں، تاکہ ملک کے اندر مختلف کلچر پھلتے پھولتے، اور ان کے امتزاج سے ایک قومی کلچر بنتا جیسا کہ دوسری وفاقی مملکتوں میں ہوا ہے۔ زبان کا جھگڑا پہلی

www.bhutto.org

چنگاری تھی۔ جس نے آگ لگائی۔اس کے بعداور چنگاریاں آگ لگاتی رہیں۔

بانی پاکستان نے قیام پاکستان کے فوراً ہی بعد اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے ان مشکلات کو دیکھ لیا تھا جو ملک کے مشرقی بازو میں پیش آنے والی تھیں اوران خطرات سے لوگوں کوخبر دار کر دیا تھا۔

مارچ 1948ء میں مشرقی پاکستان کے نو دن کے دورے کے بعد روانگی کے موقع پرانہوں نے کہا تھا:

''میں اب صوبے کے لوگوں کوایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے لوگوں کے ایک طبقے میں یہ افسوسناک رجحان محسوس کیا ہے کہ انہوں نے جو آزادی حاصل کی ہو وہ ایسی آزادی نہیں ہے، جس میں عظیم مواقع اور عظیم ذمہ داریاں ہیں۔ بلکہ من مانی کرنے کا اجازت نامہ ہے۔ انہیں اس بات کی پوری آزادی ہے کہ وہ آئینی ذرائع سے جیسی حکومت چاہیں قائم کریں، لیکن اس کا مطالب یہ نہیں ہے کہ کوئی گروپ کسی ناجائز طریقے سے اپنی مرضی دوسروں پر تھوپنے کی کوشش کرے۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں گے کہ پاکستان جیسے نوزائیدہ ملک کی خوشحالی بلکہ اس کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ اس کے تمام شہریوں میں، چاہے ملک کے کسی حصہ سے اُنکے تعلق کیوں نہ ہو، اتحاد اور یک جہتی قائم ہو۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ ہندوستان کہ وہ سیاسی ادارے اوراخبارات، جنہوں نے قیام پاکستان کی شدید مخالفت کی تھی: اچانک مشرقی بنگال کے مسلمانوں کے، بقول ان کے ''جائز مطالبات'' کے اتنے ہمدرد کیوں بن گئے ہیں؟ کیا آپ اسے ایک شرانگیز حرکت نہیں سمجھتے؟ کیا یہ بات بالکل واضح نہیں ہے کہ

www.bhutto.org

عظیم المیہ

مسلمانوں کو پاکستان حاصل کرنے سے روکنے میں ناکام ہو جانے کے بعد یہ ادارے اب مکارانہ پروپیگنڈے کے ذریعے ایک مسلمان بھائی کو دوسرے مسلمان بھائی کے خلاف اکسا کر اندر سے پاکستان میں انتشار پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ صوبہ پرستی کے اس زہر سے ہوشیار ہیں جو ہمارے دشمن ہماری مملکت میں پھیلانا چاہتے ہیں۔"

بانی پاکستان کا انتقال ستمبر 1948ء میں ہو گیا۔ ان کے انتقال کے بعد قیادت کی ذمہ داری لیاقت علی خان پر آئی جنہیں تین سال بعد قتل کر دیا گیا۔ دوسرے مسلم لیگی لیڈر جو ان کے بعد ابھرے، اُن میں نہ جرأت تھی، اور نہ دیدہ وری کہ وہ پاکستان کو ایک متحرک اور ترقی پذیر مملکت بنا سکتے۔ امیدوں کے پامال ہونے کی پہلی علامتیں آزادی کے پانچ سال کے اندر ہی پیدا ہو گئیں۔ لوگ اپنے آپ کو الگ تھلگ محسوس کرنے لگے۔ بلکہ حقیقت میں انہیں یہ احساس ہونے لگا کہ ان کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔ گھٹیا درجے کے سیاست دانوں نے پاکستان کو اپنی ذاتی جاگیر سمجھ لیا اور آئین سازی اور عام انتخابات کو ملتوی کر کے اقتدار سے چمٹے رہے۔ ان غلطیوں کی پاکستان نے بھاری قیمت ادا کی ہے۔

آئین کے بارے میں مشرقی اور مغربی حصوں کے درمیان 1954ء میں ایک معقول تصفیہ ہو سکتا تھا، لیکن لالچ اور اپنا تسلط برقرار رکھنے کی خواہش نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ مجلس دستور ساز کی بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے 1954ء میں ایک مسودہ آئین تیار کر لیا۔ اس مسودے میں جو وفاقی ڈھانچہ تجویز کیا گیا تھا، وہ پاکستان کی حقیقتوں کے اظہار کی ایک کوشش تھی، لیکن یہ کسی طرح بھی ایک مثالی انتظام نہ تھا۔ اس کے باوجود اس انتظام تک کو قبول نہیں کیا گیا۔ ایک بیمار اور اقتدار کے بھوکے گورنر جنرل نے قبل اس کے کہ

www.bhutto.org

مجلس دستور ساز اس مسودے کو منظور کرتی، اسے غیر قانونی طور پر توڑ دیا۔ اس سے پہلے اسی گورنر جنرل نے پاکستان کے ایک بنگالی وزیراعظم کو جسے مجلس دستور ساز میں اکثریت کی حمایت حاصل تھی، غیر قانونی طور پر برطرف کر دیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ملک کے دونوں حصوں کے درمیان شکوک اور شبہات بڑھتے گئے اور آئینی تصفیہ کی راہ دشوار سے دشوار تر ہوتی گئی۔ ایک بار پھر ناپاک مقاصد کے تحت 1955ء میں مغربی حصہ کے لوگوں پر ون یونٹ تھوپ دیا گیا۔ یہ ون یونٹ ایک بڑی لعنت تھا۔ اس کے قائم ہونے سے پہلے مشرقی اور مغربی بازوؤں کے درمیان تعلقات میں کشیدگی تھی، لیکن ون یونٹ بننے کے بعد مغربی پاکستان کے لوگوں کے درمیان تعلقات پر بھی شدید دباؤ پڑا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ ہوا کہ ایک یونٹ نے مشرقی اور مغربی بازوؤں کے درمیان بغض کو اور بڑھا دیا۔ اسی کی وجہ سے حالات ایسے ہو گئے جس میں دونوں بازو، دو مخالف مملکتوں کی طرح ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ کافی جوڑ توڑ کے بعد دوسری مجلس دستور ساز نے جو پہلے مجلس دستور ساز کی طرح خود مختار ادارہ نہیں تھی، 1956ء کا آئین منظور کر دیا۔ یہ آئین دو سال سے زیادہ نہ چل سکا۔ اس کے بعد ایوب خان آئے، جنہوں نے گیارہ سال تک حکمرانی کی اور 1962ء میں ملک کو ایک نیم وحدانی آئین دیا۔

تاریخی، نسلی اور لسانی وجوہ کی بناء پر پاکستان کے لئے سب سے مناسب نظام وفاقی نظام ہے۔ تنہا جغرافیائی حالات ہی اسے ناگزیر بناتے ہیں۔ پاکستان کے المیے کی وجہ یہ حقیقت ہے کہ وفاقی نظام ہمارے حالات کے عین مطابق ہونے کے باوجود گزشتہ 23 سال سے پاکستان محض نام کا وفاق ہے۔ یہ عملاً یہ ایک نیم وحدانی مملکت رہا ہے۔ اس صورتحال کے نتائج تباہ کن ہوئے ہیں۔

www.bhutto.org

عظیم المیہ

وفاقیت کی روح اور بقائے باہمی کے اصولوں کو ہوس اقتدار کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ طاقتور مرکز کے نام پر صوبوں کے اختیارات اس حد تک کم کئے گئے کہ وہ نہ ہونے کے برابر رہ گئے۔ ہمارے عظیم مذہب اسلام کے نام پر عوام کا انتہائی بے رحمانہ اور انسانیت سوز طریقے پر استحصال کیا گیا۔ کسی اسلامی ملک نے اور کسی مسلمان قوم نے اسلام کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ جتنا کہ پاکستان میں عوام کے دھتکارے ہوئے مٹھی بھر لیڈروں نے جنہوں نے اسلام کا عظیم نام لے کر پاکستان میں ایک غیر منصفانہ اقتصادی نظام کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا ہے۔

عوام کا یہ بے رحمانہ استحصال ہی ان پریشانیوں کا سب سے بڑا سبب ہے۔ جن میں آج ہم مبتلا ہیں۔ یوں تو پورے ملک نے تکلیف اٹھائی ہے، لیکن سب سے زیادہ دکھ مشرقی پاکستان نے جھیلا ہے۔ پاکستان دنیا کے غریب ترین ملکوں میں سے ایک ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہمارے کچھ سرمایہ دار دنیا کے مالدار ترین لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ پاکستان کے غریب عوام کا استحصال، آبروریزی اور لوٹ مار کی کہانی ہے۔ کم ترقی یافتہ تیسری دنیا کو ترقی کی ضرورت ہے۔ لوٹ مار کی نہیں۔ تیسری دنیا صرف سوشلزم کے ذریعے ہی ترقی کر سکتی ہے، لیکن مفاد پرستوں کے لئے سوشلزم ایک ہوا ہے۔ ان میں بہت سے ایسے ہیں، جو سرمایہ داری کے ختم ہونے سے پہلے پاکستان کا ختم ہو جانا پسند کریں گے۔

ہمارا ملک بڑے بیوپاری طبقے کی کبھی نہ مٹنے والی بھوک اور نیم خواندہ لیڈروں کی تلون مزاجی کا شکار رہا ہے۔ پاکستان کی زندگی کے پہلے دس سال میں سیاست دانوں اور بیوروکریسی نے مل کر عوام کے مفادات کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ 1957ء میں مسلح افواج نے آگے بڑھ کر پچھلی شکایتوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کی، اور اس کے لئے کچھ تدبیریں

www.bhutto.org

اختیار کیں۔ جب ایوب خان نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالی تو لوگ بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ مسلح افواج کو عوام کا اعتماد حاصل تھا۔ ملک کے دونوں حصوں میں اُن کا خیر مقدم کیا گیا۔ لوگوں نے ان کے آنے پر اطمینان کا سانس لیا۔ 1957ء میں صدر ایوب کو ماضی کی غلطیوں کا ازالہ کرنے اور پاکستان کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کا جو موقع ملا، اس سے بہتر موقع کسی کو نہیں مل سکتا تھا۔ لیکن ایوب خان نے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ لوگوں کو اُن سے بڑی توقعات تھیں، لیکن وہ عوام کے آدمی نہیں تھے۔ گو وہ بڑے محنتی تھے لیکن بددیانت تھے، اور اُن کے خاندان کے افراد نے خوب گل چھرے اڑائے، اُن میں بہت سی خامیاں تھیں، اور مسائل سے ان کا نمٹنے کا طریقہ غلط تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مشرقی پاکستان کے خلاف ان میں شدید تعصب تھا۔ اُن کے زمانے میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان رشتے نازک حد تک کمزور ہو گئے۔ بہ ظاہر تو ان کی حکومت بڑی مستحکم تھی، لیکن اندر ہی اندر اسے شدید گھن لگ رہا تھا۔ اسی زمانے میں بڑے بیوپاری طبقے کی لوٹ کھسوٹ اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ ایوب خان نے اقتدار کی عمارت تین ستونوں پر قائم کی تھی، یعنی بڑا بیوپاری طبقہ، بیوروکریسی اور بنیادی جمہوریتوں کے ممبر۔ اور یہ تینوں عوام دشمن قوتیں تھیں۔ اسی دور کے آخری حصہ میں تشدد پسند بنگالی قومیت نے اپنا سر اٹھانا شروع کیا۔

1965ء میں ہندوستان و پاکستان کی جنگ نے لوگوں میں پھر ایک نئی زندگی اور ولولہ پیدا کر دیا، لیکن یہ ولولہ بہت جلد ختم ہو گیا۔ وہ قوم جو ستمبر 1965ء میں متحد اور ایک تھی۔ جنوری 1966ء میں یکا یک بٹ گئی۔ پاکستان کی فتح پاکستان کی شکست میں بدل گئی۔ ایوب خان نے جنوری 1966ء میں تاشقند میں بڑی طاقتوں کے فیصلوں کے آگے سر جھکا کر ملک سے غداری کی۔ مغربی پاکستان میں اعلان تاشقند سے مایوسی پھیل گئی

www.bhutto.org

اور مشرقی پاکستان میں عدم تحفظ کا احساس پھیلنا شروع ہو گیا۔ اگر ایوب خان بیرونی دباؤ کے آگے جھک جانے کے بجائے لوگوں کو اپنے اعتماد میں لے لیتے تو شاید مغربی پاکستان میں مایوسی اور بیکلی کا، اور مشرقی پاکستان میں عدم سلامتی اور الگ رہ جانے کا احساس پیدا نہ ہوتا، یا کم سے کم اس احساس میں کمی ہو جاتی، لیکن چونکہ وہ ڈکٹیٹر تھے۔ ایوب خان نے عوام کی پرواہ نہیں کی اور ان کو اندھیرے میں رکھا۔

مشرقی پاکستان کے انتہا پسند لیڈروں نے چین کے الٹی میٹم کو عمداً غلط رنگ میں پیش کیا تاکہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کو یہ باور کرایا جا سکے کہ مشرقی پاکستان کو پاکستان کی افواج نے نہیں، بلکہ چینی الٹی میٹم نے بچایا ہے۔ چین کے الٹی میٹم نے یقیناً ہندوستان کو مشرقی پاکستان پر حملہ کرنے سے باز رکھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہماری مسلح افواج ہندوستان کی اس قسم کی جارحانہ کارروائی کو کچلنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھیں، ہماری ڈپلومیسی کی کامیابی ہمارے خلاف گئی کیونکہ ایوب خان نے اس مناسب موقع پر مشرقی پاکستان جانے اور ہمارے عوام کی اکثریت کو صحیح صورتحال سے آگاہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس خلاء سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایوب خان کے مخالفین فروری 1966ء میں لاہور میں ایک کانفرنس میں جمع ہوئے جسے انہوں نے کل پاکستان نیشنل کانفرنس کا نام دیا، اسی کانفرنس میں شیخ مجیب الرحمٰن نے ایوب خان کی حکومت کے خلاف اپنا چھ نکاتی فارمولا پیش کیا۔

اس بارے میں لوگوں کو بڑی جستجو رہی ہے کہ ان 6 نکات کا خالق کون ہے؟ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ایک بیوروکریٹ نے جو ایوب خان سے بہت قریب تھا یہ فارمولا تیار کیا تاکہ لوگوں کی توجہ تاشقند کی ناکامی کی طرف سے ہٹ سکے اور مشرقی و مغربی پاکستان کے عوام میں پھوٹ پڑ جائے تاکہ ایوب خان بچ سکیں۔ ایک افواہ یہ بھی ہے کہ

www.bhutto.org

چھ نکات کی تصنیف میں ایک غیر ملکی طاقت کا ہاتھ ہے۔

یہ بات تو شاید راز ہی رہے کہ چھ نکات کی ابتداء کہاں سے ہوئی۔ لیکن اس فارمولے کا پاکستان پر جو اثر ہوا، اس کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔ ابتداء میں تو صدر ایوب کی حکومت نے چھ نکات پر شیخ مجیب الرحمٰن کے بیانات کی بڑی تشہیر کی۔ لیکن اپریل 1966ء میں اس خوف سے کہ دیو بوتل سے نکل آیا ہے، اور اس خیال سے کہ اب تاشقند کا بحران ختم ہو گیا ہے۔ صدر ایوب خان نے عوامی لیگ کے خلاف کارروائی کی اور شیخ مجیب الرحمٰن کو جیل بھیج دیا۔ بعد میں اگرتلہ سازش کیس میں عوامی لیگ کے لیڈر پر مقدمہ چلایا گیا۔

ایوب خان تاشقند کے بعد کا بحران جھیل گئے۔ لیکن بنیادی حالات بگڑتے گئے اور عوام ان سے دور ہوتے چلے گئے۔ بالآخر عوام کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا۔ ستمبر 1968ء میں معاہدہ تاشقند کے ڈھائی سال بعد، پاکستان پیپلز پارٹی نے ایوب خان کی حکومت کے خلاف عظیم تحریک شروع کی، اس نے ملک کے مغربی حصہ کے طول وعرض میں عوام کو اپنے جھنڈے تلے کھڑا کر دیا۔ نومبر کے آخر تک مشرقی پاکستان کے عوام بھی اس تحریک میں شامل ہو گئے۔ فروری 1969ء میں ایوب خان نے شیخ مجیب الرحمٰن کو رہا کر دیا تاکہ وہ لیڈروں کی گول میز کانفرنس میں شریک ہو سکیں، جو ایوب خان نے اپنے اقتدار کی گرتی ہوئی عمارت کو بچانے کے لئے بلائی تھی۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے گول میز کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دیا۔ اُس کے بجائے اُس نے عوام کی طاقت کے ذریعہ عظیم ڈکٹیٹر کو شکست دینے کی تحریک پورے جوش و خروش سے جاری رکھی۔

صدر یحییٰ خان

مارچ 1969ء میں صدر ایوب خان اقتدار سے ہٹ گئے اور اقتدار بری فوج کے

www.bhutto.org

کمانڈر انچیف جنرل یحییٰ خان کو سونپ گئے۔ 28 مارچ 1969ء کو جنرل یحییٰ خان نے قوم کو بتایا کہ حالات معمول پر آنے کے بعد جمہوریت بحال کر دی جائیگی۔ اس طرح پاکستان کی بائیس سال کی زندگی میں اس کے عوام نے دو مرتبہ مارشل لاء کا نفاذ اور آئین کی منسوخی کا سامنا کیا۔ اس کے ساتھ اقتصادی حالات خراب ہونے لگے اور عام تباہی نظر آنے لگی۔ جس وقت صدر یحییٰ خان نے اقتدار سنبھالا اس وقت پاکستان کی حالت ایک ایسے مریض کی سی ہو چکی تھی، جو تپ دق کے آخری مرحلوں میں ہو۔ صدیاں گزریں، میکاولی نے کہا تھا کہ غلط سیاسی فیصلے تپ دق کی طرح ہیں جس کا شروع میں پتہ چل جانا مشکل ہوتا ہے لیکن علاج ہونا آسان ہوتا ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے بعد اُس کا آسانی سے پتہ تو چلایا جا سکتا ہے لیکن علاج مشکل ہوتا ہے۔

یہ تو مستقبل ہی بتائے گا کہ صدر یحییٰ خان کی حکومت میں ماہر ڈاکٹر تھے جو پاکستان کی تپ دق کا علاج کر سکتے یا نہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ فوجی حکومت جس کی کوئی سیاسی بنیاد نہیں ہوتی، اپنے آپ کو ایک مشکل میں پاتی ہے۔ مکمل طور پر بیورو کریسی کی محتاج ہونے کے باعث یہ حکومت قومی رہنمائی کرنے اور ایک سنگین سماجی اور سیاسی بحران کا مقابلہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ کوئی حکومت، چہ جائیکہ فوجی حکومت، عوام میں اپنی جڑیں نہ ہونے اور عوام کی حمایت اور شرکت کے بغیر اس قسم کے شدید بحران پر کامیابی کے ساتھ قابو نہیں پا سکتی جس سے آج پاکستان دوچار ہے۔

28 نومبر 1969ء کو صدر یحییٰ خان نے فوج سے عوام کے نمائندوں کو اختیارات منتقل کرنے کے لئے ایک سکیم اور ٹائم ٹیبل کا اعلان کیا۔ اس سکیم کا اعلان کرتے وقت انہوں نے دو اہم فیصلے بھی کئے۔ ایک ون یونٹ توڑ کر تاریخی صوبوں کی بحالی اور دوسرا مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان برابری کے اصول کا خاتمہ۔ اس کے بجائے انہوں

www.bhutto.org

نے "ایک آدمی، ایک ووٹ" کا جمہوری تصور رائج کیا۔ جس نے مشرقی پاکستان کے لوگوں کو اسمبلی میں اُن کے اکثریتی حقوق عطاء کر دیئے۔ اسی وقت صدر یحییٰ خان نے یہ اعلان بھی کیا کہ یکم جنوری 1970ء سے سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دیدی جائے گی تاکہ سیاسی جماعتیں عام انتخابات کے لئے جو سال کے آخر میں ہونے والے تھے، مہم چلا سکیں۔ 30 مارچ 1970ء کو صدر نے قانونی ڈھانچے کا حکم نافذ کیا۔ جس کے تحت پانچ اصولوں پر آئین بنانا تھا۔ یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ مرکز کے اختیارات اور صوبائی خودمختاری کی حد کے بارے میں جو اصول بتائے گئے تھے وہ عوامی لیگ کے چھ نکات سے متصادم تھے۔ اس کے علاوہ آئین سازی کے لئے 120 دن کی مدت مقرر کر دی گئی تھی اور حکم کے تحت صدر کو یہ اختیار تھا کہ وہ آئین کو منظور کریں یا مسترد کر دیں۔

قومی اسمبلی کے لئے عام انتخابات 7 دسمبر 1970ء کو اور صوبائی اسمبلیوں کے لئے 17 دسمبر 1970ء کو ہوئے پاکستان کی تاریخ کے پہلے عام انتخابات کے نتائج دنیا کو معلوم ہیں، مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمٰن کی قیادت میں عوامی لیگ نے بھاری اکثریت سے عوام کی نمائندگی کا حق حاصل کیا، اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی کو اس کا مؤثر اختیار دیا گیا۔ قومی اسمبلی کی 313 نشستوں میں سے 129 نشستیں مشرقی پاکستان کی تھیں، ان میں سے 167 نشستیں عوامی لیگ نے جیتیں۔ مغربی پاکستان کی 144 نشستوں میں سے، جن میں سے کچھ قبائلی علاقوں کے لئے مخصوص تھیں، پاکستان پیپلز پارٹی نے 88 نشستیں حاصل کیں، لیکن دونوں میں سے کسی پارٹی کو ملک کے دوسرے بازو سے کوئی نشست نہیں مل سکی۔ اس طرح انتخابات کے نتیجہ میں دو بڑی پارٹیاں وجود میں آئیں۔ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور مغربی بازو میں پاکستان پیپلز پارٹی، باقی تمام پارٹیوں کو شکست فاش ہوئی۔

www.bhutto.org

انتخابی مہم کے بارہ طویل مہینوں کے دوران مغربی بازو میں پاکستان پیپلز پارٹی نے سب سے زیادہ زور اقتصادی مسئلوں اور ایک آزاد خارجہ پالیسی پر دیا۔ اس کا سب سے بڑا حملہ ملک کے اقتصادی حالات پر تھا۔ پارٹی نے یہ موقف بھی اختیار کیا کہ پاکستان کو صحیح معنوں میں ایک وفاقی آئین ملنا چاہیئے۔ پارٹی کے سیکرٹری جنرل مسٹر جے اے رحیم نے آئین کے اصولوں پر ایک مقالہ تحریر کیا۔ پارٹی نے چھ نکات کو ہدف ملامت بنا کر انتخابی مہم میں بحث ومباحثہ کا موضوع ٹھہرائے بغیر انہیں مسترد کر دیا۔ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ عوامی لیگ کا 6 نکاتی فارمولا مشرقی پاکستان میں استحصال کو ختم نہیں کرے گا۔ اس کا صحیح حل پورے پاکستان میں ایک سوشلسٹ نظام کا قیام ہے۔ پیپلز پارٹی پہلے دن سے مستقل اس موقف پر قائم ہے۔

چھ نکات

گو چھ نکاتی فارمولے کے پہلے نکتہ میں "صحیح معنوں" میں ایک وفاق کی تجویز ہے۔ لیکن جب پورے فارمولے پر غور کیا جائے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک کنفیڈریشن کا پوشیدہ منشور تھا جس میں آئینی علیحدگی کی اساس موجود تھی۔ چھ نکات میں ایک ایسی مرکزی حکومت کا تصور پیش کیا گیا تھا جس کے پاس سوائے دفاع اور امور خارجہ کے کوئی اختیار نہ ہو۔ اور امور خارجہ کے معاملات میں بھی بیرونی تجارت اور امداد کو ان امور کے دائرے سے نکال کر محدود کر دیا گیا تھا۔ تمام دوسرے امور جن میں کرنسی اور ٹیکس لگانے کے اختیارات شامل تھے۔ صوبوں کے لئے رکھے گئے تھے۔ یہ ایک عجیب وغریب آئینی تجویز تھی اس قسم کی مرکزی حکومت جس کے پاس کوئی اتھارٹی نہ ہوتی، پانچ صوبوں کے درمیان بے بس اور لاچار ہو کر رہ جاتی، اور یہ صوبے اپنی ذیلی نیشنلزم پر اصرار کر کے اور بیرونی طاقتوں کے ہاتھوں مختلف سمتوں میں کھینچتے رہتے۔

www.bhutto.org

خارجہ پالیسی کا، بالخصوص تیسری دنیا میں، اصل تعلق عموماً اقتصادی ترقی اور بین الاقوامی تجارت اور امداد ہے۔ اس طرح چھ نکات کے فارمولے کے تحت امور خارجہ کا ایک بڑا حصہ مرکزی حکومت کے دائرہ اختیار سے باہر چلا جاتا ہے اور اس کا تعلق جن بڑے معاملوں سے رہ جاتا وہ صرف جنگ اور محاذ آرائی ہوتے۔ جنگ اور محاذ آرائی بڑی طاقتوں تک میں خارجہ پالیسی کے مستقل عنصر نہیں ہیں۔ مرکزی حکومت کے نہ ہونے کے برابر رہ جانے اور امور خارجہ کی تقسیم ہو جانے سے پاکستان کے بین الاقوامی تعلقات پر اور خاص طور پر ہندوستان کے ساتھ اس کے تصفیہ طلب جھگڑوں پر کاری ضرب لگتی۔

دفاعی معاملات کا خارجہ پالیسی سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ خارجہ پالیسی پر پورا اختیار نہ ہونے کے باعث مرکزی حکومت اس پوزیشن میں نہیں ہوتی کہ کوئی مؤثر دفاعی پالیسی متعین کر سکے، اور اس کے علاوہ مشترکہ مفادات کے بغیر دفاعی پالیسی مرتب نہیں کی جا سکتی۔ ملک کے دونوں بازو باہمی رشتوں کے ٹوٹ جانے کے باعث مختلف سمتوں کی طرف دیکھنے لگتے اور ایک مشترکہ دفاعی پالیسی بنانا ممکن ہو جاتا۔ چھ نکات کے تحت مرکزی حکومت کو براہ راست ٹیکس لگانے کے اختیارات نہیں دیئے گئے تھے اور اس طرح اس کو صوبوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ کسی وقت بھی ایک یا ایک سے زیادہ صوبے بہت سی معقول مجبوریاں ظاہر کر کے وفاقی ٹیکس ادا کرنے سے بچ سکتے تھے۔ اس صورت میں بیرونی تجارت اور امداد صوبوں کے اختیار میں ہوتی، ٹیکس لگانے کے اختیارات بھی کلی طور پر صوبوں کے ہاتھوں میں ہوتے اور پاکستان کی دو یا دو سے زیادہ معیشتیں ہوتیں، اور ملک میں دو یا دو سے زیادہ شرح مبادلہ ہوتی اور پاکستانی روپیہ جس شکل میں آج ہے، باقی نہ رہتا۔ اس کے علاوہ دونوں بازوؤں کے درمیان تجارت محدود ہونے کے ساتھ مال کا تبادلہ تجارتی انتظامات کے تحت ہوتا یا غیر ملکی زرمبادلہ میں ادائیگی کرنی

www.bhutto.org

پڑتی، اس کا نتیجہ افراتفری کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ ایسے ملک کا انجام سمجھ لینا کچھ مشکل نہیں جس کی کرنسی علاقائی شروح مبادلہ میں تقسیم ہو۔ صوبوں کے درمیان تجارتی مال کی آمد و رفت پر پابندیاں ہوں، اور ایک ایسی کمزور مرکزی حکومت کے تحت جو ٹیکس لگانے کے اختیارات نہ رکھتی ہو، اور جسے جغرافیہ کے ہاتھوں بٹے ہوئے ملک میں منقسم لوگوں پر برائے نام اختیارات حاصل ہوں، اور جس کے دو یا دو سے زیادہ تجارتی مشن کام کر رہے ہوں۔

چھ نکاتی فارمولے نے تین سو تیرہ ممبروں کی قومی اسمبلی کو بھی عملاً بے کار بنا دیا تھا کیونکہ اس کے سامنے صرف دفاع اور امور خارجہ دو ہی معاملات ہوتے اور دفاعی امور میں بیرونی تجارت اور امداد بھی شامل نہ ہوتی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تھی کہ دفاع اور امور خارجہ چونکہ نازک معاملے ہیں اور بڑی حد تک ان کی نوعیت خفیہ ہوتی ہے۔ اس لئے بیشتر قومی اسمبلیاں ان پر بار بار بحث و مباحثہ نہیں کرتیں۔ چھ نکاتی فارمولے کے تحت قومی اسمبلی ایک نقلی مجلس قانون ساز بن کر رہ جاتی۔

چھ نکاتی فارمولے کا مقصد حقیقت میں ہماری قومی حیثیت کی بنیادوں پر وار کرنا تھا۔ ابتداء میں اس سے دو پاکستان قائم ہوتے، اور شاید بعد میں پانچ آزاد ریاستیں وجود میں آجاتیں، اور صوبوں کو نیم خودمختارانہ اقتدار حاصل ہوتا، اور شاید بعد میں پانچ آزاد ریاستیں وجود میں آجاتیں اور صوبوں و نیم مختارانہ اقتدار حاصل ہوتا اور ناتواں مرکزی حکومت کا کنٹرول اتنا محدود کر دیا جاتا کہ اسے رابطہ قائم رکھنے کا کوئی اختیار نہ رہے۔ عوامی لیگ کے لیڈر آئین میں ایک ایسی دفعہ شامل کرنے کی باتیں بھی کر رہے تھے جس کے تحت ہر صوبے کو یہ اختیار دے دیا تاکہ وہ چاہے تو وفاق سے الگ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں وہ روس کے آئین کی مثال دیتے تھے جو قطعی ناموزوں تھی۔ اس قسم کی سکیم چند

www.bhutto.org

ہی مہینوں میں ختم ہو کر رہ جاتی، کیونکہ اس کے بعد ہی ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کا عمل شروع ہو جاتا۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے بڑی چالاکی سے حکومت کو یہ باور کرا دیا کہ انتخابات کے بعد وہ زیادہ معقولیت پسندی اختیار کر لیں گے، اور انتخابات میں کامیابی کے بعد چھ نکات پر مفاہمت پر آمادہ ہو جائیں گے۔ جو لوگ حالات کو جوں کا توں رکھنا چاہتے تھے، انہوں نے شیخ مجیب الرحمٰن کو قبول کر لیا، کیونکہ وہ مغرب کے حامی اعتدال پسند تھے، اور مشرقی پاکستان میں ترقی پسند قوتوں کے لیڈروں کے مقابلے میں ان کو ترجیح دی جا سکتی تھی۔ عوامی لیگ کے لیڈر کی شعلہ نوا بنگالی قومیت پرستی کو معمولی باتوں پر معاف کر دیا گیا۔ مثلاً یہ کہ وہ طالب علم لیڈر کی حیثیت سے تحریک پاکستان میں شریک تھے۔ مغربی پاکستان کے ساتھ ان کی علانیہ نفرت کو اس بناء پر خوشی خوشی نظر انداز کر دیا گیا کہ وہ مسٹر سہروردی کے ساتھی تھے، جن کا رویہ علاقہ واریت سے پاک تھا۔ حکومت نے شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کی پارٹی کو برداشت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آئین بن جانے کے بعد صوبائی انتخابات کرانے کا فیصلہ بدل دیا گیا اور انتخابات قومی اسمبلی کے انتخابات کے تقریباً ساتھ ہی کرائے گئے۔ کیونکہ حکومت کا خیال تھا کہ جب دونوں انتخابات ہو چکے ہوں گے اور حکومت کرنے کے امکانات سامنے آ جائیں گے، تو شیخ مجیب الرحمٰن خود مختاری کے سوال پر مفاہمت کے لئے شاید تیار ہو جائیں۔ صوبائی انتظامیہ نے عوامی لیگ کی مکمل حمایت کی۔ انتخابات کے دوران عوامی لیگ کے کارکنوں کو اپنی من مانی کرنے کی پوری آزادی دیدی اور انہوں نے اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

مغربی بازو کے چند سیاست دانوں نے ابتداء ہی سے شیخ مجیب الرحمٰن کی بڑی جوش وخروش سے حمایت کی۔ کیونکہ وہ مغربی بازو میں اپنے صوبوں کی علیحدگی کے خواہش مند

www.bhutto.org

تھے۔ انہی حضرات نے قیام پاکستان کی بھی شدید مخالفت کی تھی۔ 6 نکات میں ان کو پاکستان کو تباہ کرنے کا بہترین موقع نظر آیا۔ بڑے بیوپاری طبقے نے اس خیال سے عوامی لیگ کے لیڈر کی حمایت کی کہ ان کا سوشلزم کا نعرہ محض اوپری دل سے ہے۔ قومی اخبارات نے جو بڑے بیوپارٹی طبقے کے ہاتھ میں ہیں، ان کی موثر حمایت کی۔ اتنی پرزور حمایت سے فائدہ اٹھا کر اور مشرقی پاکستان کی جائز شکایات کو آلہ کار بنا کر شیخ مجیب الرحمٰن نے مغربی پاکستان کے خلاف نفرت کی زبردست مہم شروع کر دی۔ انہوں نے ہر بات کے لئے مغربی پاکستان کو مورد الزام ٹھہرایا، وہ اپنے آپ کو سوشلسٹ کہتے تھے۔ لیکن سرمایہ دارانہ نظام کو مورد الزام ٹھہرانے کے بجائے انہوں نے مغربی پاکستان کے لوگوں کو برا بھلا کہا۔ انہوں نے مشرقی پاکستان کے لوگوں کو صف آراء کرنے کیلئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا۔ اپنے کئی بار جیل جانے کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا، اور بنگالی قومیت پرستی کی فضاء سے فائدہ اٹھا کر اس بنگالی لیڈر نے اپنے عوام کے جذبات جنون کی حد تک بھڑکا دیئے۔ چھ نکات کے نعروں سے در و بام گونجنے لگے۔ وہ ایک نجات دہندہ کی طرح مشرقی پاکستان کے افلاس زدہ عوام کے پاس جا جا کر انہیں یہ بتانے لگے کہ ان کی نجات چھ نکات ہی میں ہے اور یہ چھ نکات مغربی پاکستان کے ہاتھوں ان کا استحصال ختم کر دیں گے۔ نفرت کے ماحول میں انہوں نے اپنے اصل ارادوں کو بڑی چالاکی سے چھپا لیا۔ ان کی زبان اور ان کے طریقہ سے سب فسطائی تھے۔ چھ نکات نفرت کا راگ بن گئے اور شیخ مجیب الرحمٰن نے اس راگ کو اس طرح الاپا کہ اُس کی صدائے بازگشت کی طرح ہر طرف سنائی دینے لگے۔ وہ ایک سحر آفریں مقرر تھے۔ انہوں نے اپنے سیاسی ہنر کو ایسی مہارت کے ساتھ استعمال کیا کہ آج تک کوئی بنگالی لیڈر نہ کر سکا۔

www.bhutto.org

عظیم المیہ

نومبر 1970ء میں مشرقی پاکستان میں جو طوفان آب و باد آیا، وہ اس صدی کا سب سے زبردست سانحہ تھا۔ بیشتر سیاسی جماعتوں نے مشرقی پاکستان کے لوگوں کی مصیبت کے پیش نظر ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کے طور پر عام انتخابات ملتوی کرنے کی تجویز پیش کی۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے دھمکی دی کہ چاہے دس لاکھ اور جانیں ہی کیوں نہ ضائع ہوں۔ مشرقی پاکستان کے لوگ انتخابات ملتوی نہیں ہونے دیں گے۔ انتخابات پروگرام کے مطابق 7 دسمبر کو ہوئے۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے طوفان سے تباہی کو اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا اور صوبے کے لوگوں کے جذبات بھڑکائے۔ انہوں نے مرکزی حکومت پر جو دور اسلام آباد میں ہے بے حسی اور لاپرواہی کا الزام لگایا اور کہا اس نے امدادی کاموں کے سلسلے میں شدید نااہلی اور بے توجہی کا اظہار کیا ہے۔ بدقسمتی سے حکومت کی پروپیگنڈا مشینری ان الزامات کا جواب دینے میں قطعی ناکام رہی۔ اس طرح اس نازک مرحلے پر ملک کی دونوں بازوؤں کے درمیان نفسیاتی خلیج اس حد تک وسیع ہوگئی کہ اسے پر کرنا تقریباً ناممکن ہوگیا۔ اس کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن کی نفرت کی مہم آگے بڑھتی ہی چلی گئی۔ طوفان کے فوراً بعد عوامی لیگی لیڈر نے ڈھاکہ میں ایک پریس کانفرنس بلائی، اور مغربی پاکستان اور مرکزی حکومت پر شدید حملے کئے۔ جب ایک غیر ملکی نامہ نگار نے سوال کیا کہ کیا آپ علیحدگی چاہتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا: ''ابھی نہیں۔'' اس کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کی پارٹی کے لئے میدان صاف تھا۔

انتخابات میں کامیاب ہونے کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن نے یہ موقف اختیار کیا کہ چھ نکات کا فارمولا ''بنگلہ دیش کے لوگوں کی ملکیت'' ہے اور اس پر مفاہمت ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ عوامی لیگی لیڈر کا رویہ ناقابل برداشت حد تک سخت ہوگیا۔ پارٹی کے لیڈروں کی کوشش تھی کہ ملک کے سامنے ایک طے شدہ حقیقت پیش کردیں۔ انہوں

www.bhutto.org

نے اپنے مطالبات کا زور بڑھا دیا اور بنگلہ دیش کی آزادی کی علانیہ باتیں کرنے لگے۔ 3 جنوری 1971ء کو شیخ مجیب الرحمٰن نے ڈھاکہ میں ایک بڑے عام جلسہ سے خطاب کیا۔ اس جلسہ میں انہوں نے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے تمام عوامی لیگی ممبروں سے یہ حلف اٹھوایا کہ وہ پارٹی کے صوبائی خودمختیاری کے پروگرام کے وفادار رہیں گے۔ وہ لوگ جو پہلے یہ سمجھتے تھے کہ وہ شیخ مجیب الرحمٰن کی باتیں مان کر اُن کو تصفیہ پر آمادہ کرلیں گے اب بھی یہ سوچ کر اپنے آپ کو تسلیاں دیتے رہے کہ اس حلف میں بطور خاص چھ نکات کا ذکر نہیں ہے۔

عوامی لیگ کی ہائی کمان نے چھ نکات کی بنیاد پر ایک آئینی بل تیار کیا۔ مجیب الرحمٰن نے قومی اسمبلی کا فوری اجلاس طلب کرنے کا مطالبہ کیا تاکہ اس سے اپنا چھ نکاتی آئین بہ عجلت منظور کرالیں۔ انہوں نے حکومت سے یہ وعدہ لے لیا کہ قومی اسمبلی کا افتتاحی اجلاس ڈھاکہ میں ہوگا۔ اس کے بعد وہ جانتے تھے کہ اسمبلی کے آئندہ اجلاس کی تاریخوں اور مقام کا تعین ان کے ہاتھ میں ہوگا۔ کیونکہ اسمبلی کا سپیکر عوامی لیگی ہوگا۔ انہیں یقین ہوگیا کہ اسمبلی کے اندر اپنی اکثریت کے بل پر وہ اپنا آئینی بل منظر کرالیں گے اور اگر ضرورت پڑی تو اسمبلی کے اندر اکثریت کی مدد کے لئے اسمبلی کے باہر خوف و دہشت برپا کردی جائے گی۔ عوامی لیگ کے صدر نے مغربی پاکستان آنے سے انکار کردیا۔ انہوں نے ڈھاکہ کو گرمیوں کا محور بنایا اور حکومت اور مغربی پاکستان کے لیڈروں کو مجبور کردیا کہ وہ ان سے مشرقی پاکستان میں بات چیت کریں۔ اس کا مقصد ان پر دباؤ ڈالنا تھا۔

بلاشبہ مشرقی پاکستان کے لوگوں نے عوامی لیگ کو انتخابات میں بھرپور کامیابی عطاء کی، لیکن اصل سوال یہ ہے کہ کیا لوگوں نے عوامی لیگ کو اس لئے ووٹ دیئے تھے کہ وہ مشرقی پاکستان کو ایک علیحدہ مملکت بنا دے یا اس لئے دیئے تھے کہ عوامی لیگ ایک

www.bhutto.org

پاکستان کے اندر ان کا استحصال اور مصیبتوں کا خاتمہ کر دے؟ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مشرقی پاکستان کے عوام اس بے رحمانہ استحصال کو ختم کرنا چاہتے تھے جو 1947ء سے پہلے ہندوؤں کے ہاتھوں ہوا تھا۔ اور جو اُس کے بعد ان ہندوؤں کے ہاتھوں جو وہاں رہ گئے تھے اور مغربی پاکستان کے سرمایہ داروں کے ہاتھوں ہو رہا تھا۔ مشرقی پاکستان میں ایک عام آدمی جس نے پاکستان کے لئے دلیرانہ جنگ لڑی اور تکلیفیں اٹھائیں، پاکستان کا غیر وفادار نہیں تھا۔ عوام پاکستان سے تنگ نہیں آئے تھے، وہ اپنے اقتصادی حالات سے تنگ آ چکے تھے۔ مشرقی پاکستان کے عوام اقتصادی نجات چاہتے تھے علیحدگی نہیں، یہی وجہ تھی کہ عوامی لیگ کی قیادت نے چھ نکات کو مسلسل یہ کہہ کر پیش کیا کہ اُن کا مقصد استحصال کو ختم کرنا ہے، علیحدگی نہیں۔ یہ انتخابی مہم سے پہلے بھی کہا گیا اور اس کے دوران بھی۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت سے عوامی لیگی لیڈر جو قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے ممبر منتخب ہوئے تھے، پوچھنے پر بھی چھ نکات کی وضاحت نہ کر سکے۔ غریب عوام کو تو یقیناً نہ چھ نکات کا کوئی علم تھا اور نہ وہ ان کی اہمیت کو سمجھ سکتے تھے۔ یہ محض ایک نعرہ تھا اُن کو ایک مقصد کے لئے متحد کرنے کا۔

اس میں شک نہیں کیا جا سکتا کہ لوگوں کی بڑی اکثریت نے یہ سوچ کر عوامی لیگ کو ووٹ دیا کہ چھ نکات اُن کے استحصال کو ختم کر دیں گے، ان کے ملک کو تباہ نہیں کریں گے۔ لیکن سارے ہندو ووٹ اور شہری مرکزوں میں نوجوان نسل کے بیشتر ووٹ اس توقع کے ساتھ عوامی لیگ کو ملے کہ چھ نکات کے نتیجہ میں ایک علیحدہ بنگال اسٹیٹ وجود میں آ جائے گی۔ جذبات کے دو دھاروں نے عوامی لیگ کو قوت بخشی تھی۔

(1) جرأت مندانہ بنگالی قیادت کی خواہش کا جذبہ جو پاکستان کے اندر رہتے ہوئے لوگوں کی مصیبتوں کا خاتمہ کر دے۔

www.bhutto.org

(2) ایک ایسی قومیت پرست بنگالی قیادت کا جذبہ جو پاکستان سے الگ ہو جانے کی کوشش کرے۔ یہ دوسرا جذبہ اگرچہ اقلیت کا جذبہ تھا۔ بالآخر فیصلہ کن قوت ثابت ہوا۔ انتخابات کے بعد عوامی لیگ نے ایک متعلقہ دلیل پیش کی، جس پر غور کرنی کی ضرورت ہے۔ عوامی لیگ نے یہ موقف اختیار کیا کہ چھ نکات پر ایک ریفرینڈم ہوا ہے اور چھ نکات کے اثرات یا نتائج چاہے کچھ ہی ہوں، چھ نکات کو مسترد کرنا یا ان پر کوئی مفاہمت کرنا جمہوریت کی نفی ہوگا۔ چھ نکات بہرحال ایک آئینی تجویز تھی، جس کا اثر نہ صرف مشرقی پاکستان کے لوگوں پر پڑتا تھا۔ بلکہ مجموعی طور پر پورے پاکستان کے لوگ اس سے متاثر ہوتے تھے۔ دونوں بازوں کو یہ طے کرنا تھا کہ پاکستان کے تمام لوگ کس قسم کے آئینی ڈھانچے کے تحت رہیں۔ کوئی ایک بازو، دوسرے بازو کو نقصان پہنچا کر اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا تھا۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی اس طرح حاصل نہیں کی جا سکتی تھی۔ تمام قانونی انتظامات کی، چاہے وہ بین الاقوامی ہوں آئینی یا کوئی اور، یہی صورت ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ، جمہوریت ایک ایسا طرز حکومت ہے جسے عوام اپنے ملک کے دائرہ عمل ہی میں اختیار کر سکتے ہیں، انہیں یہ حق نہیں مل جاتا کہ وہ ملک سے الگ ہو جائیں۔ جمہوریت اپنے ہاتھوں اپنی تباہی کا ذریعہ نہیں، اور نہ کہیں دنیا میں اس سے یہ کام لیا گیا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ تقسیم کے وقت بنگالی مسلمانوں نے قیام پاکستان کے حق میں بھاری اکثریت سے ووٹ دیکر ایک قطعی فیصلہ کیا تھا۔ اس کے مقابلے میں چھ نکات پر ووٹ کو زیادہ سے زیادہ ایک منفی ووٹ سمجھا جا سکتا ہے۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بنگالی مسلمانوں کی قربانیوں کے بغیر جنہوں نے کلکتہ، نواکھلی اور دوسرے مقامات پر اپنا خون بہایا، شاید پاکستان وجود میں نہ آتا۔ اس لئے یہ کہنا کہ چاہے نتائج کچھ ہی کیوں نہ ہوں، چھ نکات پر مفاہمت نہیں ہوسکتی۔ ایک

www.bhutto.org

بے وزن اور غلط بات تھی۔ اگر چھ نکات پر مفاہمت نہیں ہوسکتی تھی تو پاکستان پر بھی سودے بازی نہیں ہوسکتی تھی۔

مشرقی اور مغربی بازوؤں کی دو اکثریتی پارٹیوں، عوامی لیگ اور پاکستان پیپلز پارٹی پر یہ خاص ذمہ داری تھی کہ وہ ایک قابل عملی آئینی اور سیاسی حل تلاش کریں۔ مسلح افواج بھی جن کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ ڈور تھی اور جو انتقال اختیارات کی ذمہ دار تھیں۔ ایک متعلقہ عنصر کی حیثیت رکھتی تھیں۔ صورتحال کی حقیقتوں کا تقاضا یہ تھا کہ یہ تینوں قوتیں کسی سمجھوتے پر متفق ہو جائیں۔ اس ٹھوس حقیقت کو فوراً تسلیم کر لینے کی بجائے عوامی لیگ نے مغربی بازو کی بیشتر شکست خوردہ جماعتوں کے اکسانے پر پیپلز پارٹی کو نظرانداز کرنے کی کوشش کی۔ عوامی لیگ نے کہا کہ ملک کی اکثریتی پارٹی کی حیثیت سے صرف اس کو آئین بنانے اور ملک پر حکمرانی کا اختیار ہے۔ پیپلز پارٹی کا کہنا یہ تھا کہ پاکستان کے مخصوص تاریخی اور جغرافیائی حالات اور عوام کی معاشی ضرورتوں کا تقاضا یہ ہے کہ دونوں بازوؤں کی اکثریتی پارٹیاں ایک عظیم اتحاد میں مجتمع ہو جائیں اور پاکستان میں ایک نیا نظام قائم کریں۔ چونکہ دونوں میں سے کسی پارٹی کو بھی دوسرے بازو میں نمائندگی حاصل نہیں ہے۔ اس لئے یہ اتحاد ملک کے دونوں بازوں کی ایک دوسرے سے بُعد کو بڑھنے سے بھی روک دے گا۔ موجودہ حالات میں اس قسم کے اتحاد سے ایک قومی حکومت میں دونوں بازوؤں کی اکثریتوں کو مناسب نمائندگی دینے اور ان کے خیالات کو شامل کرنے کا جمہوری اصول بھی پورا ہو جائے گا۔

پیپلز پارٹی نے ہمیشہ سے مغربی بازو کے ہاتھوں مشرقی بازو کے استحصال اور تسلط کی مخالفت کی تھی اور وہ یہ نہیں سمجھتی تھی کہ ملک کے مسائل کا حل یہ ہے کہ اس عمل کو الٹ دیا جائے۔ پیپلز پارٹی حقیقی معنوں میں وفاق چاہتی تھی، لیکن شیخ مجیب الرحمٰن نے دوسرے

www.bhutto.org

ایوان تک کی تجویز کو رد کر دیا خواہ اس کے اختیارات کچھ ہی ہوں۔ حالانکہ دنیا میں کوئی وفاق ایسا نہیں ہے، جس میں دوسرا ایوان نہ ہو۔ پیپلز پارٹی نے یہ موقف اختیار کیا کہ شیخ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات جن کا بنیادی مقصد دونوں بازوؤں کی عملاً آزادی ہے اس لئے اور بھی قابل قبول نہیں ہیں کہ عوامی لیگ، چھ نکات کے ساتھ ساتھ مرکزی حکومت پر بھی پورا کنٹرول رکھنا چاہتی ہے تاکہ اس طرح وہ مغربی پاکستان کی قسمت سے کھیل سکے۔ عوامی لیگ اپنی اکثریت کو صرف اس صورت میں روبعمل لا سکتی تھی کہ وہ ایک پاکستان کے تصور کو قبول کر لے۔ وہ ایک کنفیڈرل یا نیم کنفیڈرل چھ نکاتی انتظام کے تحت مغربی بازو کی اکثریتی پارٹی کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی، کیونکہ اس قسم کے انتظام میں دونوں بازوؤں کو لازمی طور پر برابر کا شریک تسلیم کرنا پڑتا۔ یہ تضاد دور نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اکثریت کے اصول کا اطلاق وفاقی نظام حکومت میں ہو سکتا ہے۔ کنفیڈریشن میں نہیں۔ وفاقی نظام میں اکثریت اور اقلیت کا رول بدل سکتا ہے۔ لیکن کنفیڈرل نظام میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ چھ نکات کے تحت تو یہ لازمی تھا ہی، اس سے ملتے جلتے انتظام کے تحت بھی یہ ضروری ہوتا ہے کہ دونوں بازو کی اکثریتی جماعتیں مرکز میں اقتدار میں شریک ہوں۔ دوسری صورت میں شیخ مجیب الرحمٰن کو اپنے چھ نکات میں تبدیلی کر کے پاکستان میں ایک حقیقی وفاق کا قیام قبول کرنا پڑتا۔ اس کے بعد ہی وہ مغربی بازو کی اکثریتی پارٹی کو مرکزی حکومت میں شامل ہونے سے روک سکتے تھے۔

ہمارے مخالفوں نے اس واضح حقیقت کو یہ کہہ کر غلط رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کی کہ ہم عوامی لیگ کو جو اکثریتی پارٹی ہے ملک پر حکومت کرنے سے روک رہے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ اکثریتی پارٹی کو ملک پر حکومت کرنے کا حق بے شک تھا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ وہ پورے ملک کے لئے ایک معیار تسلیم کرے۔ اس صورت

www.bhutto.org

میں اسے ملک پر حکومت کا کوئی حق نہیں تھا، جب کہ مشرقی پاکستان قریب آزاد ہوا، اور مرکز پر اس کا اس طرح کنٹرول ہو کہ مغربی بازو کی اکثریت کی خواہشات کا اس میں کوئی دخل نہ ہو۔ پیپلز پارٹی کا یہ بھی موقف تھا کہ ایک وفاقی آئین بنانے کے لئے ضروری ہے کہ آئینی انتظامات کے بارے صوبوں کی رائے معلوم کی جائے۔ اس اعتبار سے یہ بھی ضروری تھا کہ پیپلز پارٹی کا جو پنجاب اور سندھ کے دو اہم صوبوں کی نمائندگی کرتی ہے۔ آئین کے بارے میں عوامی لیگ سے کوئی تصفیہ ہو جائے۔ ایک اور بھی وجہ تھی۔ جس کا ہم سیاسی گفت وشنید کے دوران برملا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔ وہ یہ کہ ہم مرکز میں عوامی لیگ کے ساتھ اختیارات میں شریک ہونے کی کوشش اس لئے کر رہے تھے کہ بصورت دیگر شیخ مجیب الرحمٰن کو مرکز میں کلی اختیارات اور مشرقی پاکستان میں مکمل اقتدار حاصل ہونے کے بعد انہیں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے لئے آخری قدم اٹھانے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ مغربی پاکستان کی کوئی بھی چھوٹی اور شکست خوردہ پارٹی اس قومی کردار کو ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھی۔ اس کے علاوہ ان میں سے بیشتر پارٹیوں کو عہدوں کا لالچ تھا اور وہ پہلے ہی عوامی لیگ کے سامنے ہتھیار ڈال چکی تھیں۔

آئین پر بات چیت

3 جنوری 1971ء کو شیخ مجیب الرحمٰن کی مشہور تقریر کے فوراً ہی بعد صدر یحییٰ خان اور ان کے مشیر مجیب الرحمٰن اور عوامی لیگ کے دوسرے لیڈروں سے صلاح مشورہ کرنے کے لئے ڈھاکہ روانہ ہو گئے۔ صدر سے ملاقاتوں کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ انہوں نے اپنی پارٹی کی پوزیشن واضح کر دی ہے اور وہ صدر سے اپنی بات چیت سے مطمئن ہیں۔ صدر یحییٰ خان نے بھی اسی قسم کے اطمینان کا اظہار کیا اور کہا کہ شیخ مجیب الرحمٰن پاکستان کے آئندہ وزیر اعظم ہوں گے۔

www.bhutto.org

عظیم المیہ

ڈھاکہ سے واپسی پر صدر یحییٰ خان اور ان کے کچھ مشیر 17 جنوری کو میرے شہر لاڑکانہ آئے۔ صدر نے ہمیں ڈھاکہ میں اپنی گفت وشنید سے آگاہ کیا جس میں انہوں نے شیخ مجیب الرحمٰن سے کہہ دیا تھا کہ عوامی لیگ کے سامنے تین راستے ہیں۔ وہ اپنی مرضی سے تنہا کام کرے، پیپلز پارٹی کے ساتھ تعاون کرے یا مغربی بازو کی چھوٹی اور شکست خوردہ پارٹیوں سے تعاون کرے۔ ان کی رائے میں سب سے بہتر راستہ یہ ہوگا کہ دونوں اکثریتی پارٹیاں کوئی سمجھوتہ کر لیں۔ جہاں تک ہمارا تعلق تھا ہم نے صدر سے چھ نکات کے مضمرات پر بات چیت کی اور ان کے بارے میں اپنے شدید شکوک و شبہات سے آگاہ کر دیا۔ تاہم ہم نے ان کو یہ یقین دلایا کہ ہم ایک قابل عمل سمجھوتہ کرنے کا عزم صمیم رکھتے ہیں۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہم عوامی لیگ کے لیڈروں سے بات چیت کرنے کے لئے عنقریب ڈھاکہ جانے والے ہیں۔ ہم نے اس سے پہلے پنجاب کی پیپلز پارٹی کے جنرل سیکرٹری، مسٹر غلام مصطفیٰ کھر کو ڈھاکہ بھیجا تھا تاکہ وہ شیخ مجیب الرحمٰن سے رابطہ قائم کریں اور ہمارے دورے کے لئے میدان ہموار کریں۔ صدر نے ہمیں بتایا کہ عوامی لیگی لیڈر قومی اسمبلی کا اجلاس فوراً بلانے کے لئے بے چین ہیں اور انہوں نے صدر سے کہا ہے کہ وہ 15 فروری کو قومی اسمبلی کا اجلاس بلائیں۔ 27 جنوری کو پیپلز پارٹی کے لیڈر ڈھاکہ روانہ ہو گئے۔ شیخ مجیب الرحمٰن سے اپنی بات چیت میں ہم نے یہ محسوس کیا کہ وہ چھ نکات سے ذرا بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں ہیں۔ انہوں نے ہم سے صاف صاف کہہ دیا کہ لوگوں نے ان کو چھ نکات کی بنیاد پر اپنی نمائندگی کا اختیار دیا ہے اور وہ چھ نکات سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ ہم نے عوامی لیگ کے صدر کو بتایا کہ پیپلز پارٹی کو چھ نکات پر ایسا کوئی اختیار نہیں دیا گیا ہے، ہم نے انہیں یاد دلایا کہ عوامی لیگ کے جتنے امیدواروں نے مغربی بازو میں انتخاب لڑا تھا، وہ سب ہار

www.bhutto.org

گئے اور سب کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں۔ ہم نے اپنے موقف کو دہرایا کہ ہم استحصال کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ چاہتے ہیں۔ اور یہ تجویز پیش کی کہ آئین میں ایک دفعہ شامل کر کے ملک میں ایک سوشلسٹ طرز کا معاشی نظام قائم کرنا لازمی قرار دیدیا جائے۔ ہم نے بعض ایک سوشلسٹ طرز کا معاشی نظام قائم کرنا لازمی قرار دیدیا جائے۔ ہم نے بعض دوسری آئینی تجاویز پیش کرنے کی بھی کوشش کی لیکن عوامی لیگ کے لیڈروں نے اس وقت تک کوئی بات چیت کرنے سے انکار کر دیا جب تک چھ نکات جوں کے توں قبول نہ کر لئے جائیں۔ ہم نے مجیب الرحمٰن کو بتایا کہ مغربی بازو میں رائے عامہ چھ نکات کے خلاف ہے۔ ہم نے کہا کہ مغربی بازو کے لوگوں کا عام تاثر یہ ہے کہ چھ نکات پاکستان کو ختم کر دیں گے اور ہماری رائے میں عوام کا یہ اندازہ کچھ غلط بھی نہیں ہے ہم نے مجیب الرحمٰن کو بتایا کہ شکست خوردہ جماعتیں جب چاہیں اپنے خیالات بدل سکتی ہیں لیکن مغربی بازو کی اکثریتی پارٹی چھ نکات کو جوں کا توں قبول کر کے مغربی بازو اور ملک کے عوام کے مفادات پر سودے بازی نہیں کر سکتی۔ تاہم ہم چھ نکات کے ضروری مطالبات کو قبول کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ ممکن حد تک بڑھنے کو تیار ہیں بشرطیکہ پاکستان کی وحدت کو کوئی نقصان پہنچے۔ اس کے لئے ہمیں پہلے مغربی بازو کے لوگوں کے خیالات کا اندازہ لگانا ہوگا اور رائے عامہ کو ہموار کرنا ہوگا۔ چنانچہ ہم نے یہ گزارش کہ قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے سے پہلے ہمیں معقول وقت دیا جائے۔ ہم نے شیخ مجیب الرحمٰن کو یقین دلایا کہ اس سے ہمارا مقصد قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے میں غیر ضروری تاخیر نہیں ہے۔

نیم وحدانی نظام سے ایک کمزور وفاقی نظام کی طرف آنے کے لئے مغربی بازو میں رائے عامہ کو ہموار کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ عوامی لیگ کے کچھ اور مطالبات کی وجہ

www.bhutto.org

سے یہ کام اور بھی مشکل ہو گیا تھا۔ ان مطالبات کا مقصد مغربی بازو کے لوگوں پر 40 ارب روپے کے بیرونی قرضے میں سے 38 ارب روپے کا اور 31 ارب روپے کے ملکی قرضے کا بوجھ ڈالنا تھا۔ عوامی لیگ کے حساب سے مغربی بازو کے چار صوبوں کو وفاقی ضروریات کی تقریباً 74 فیصد رقم ادا کرنا پڑتی۔ مشرقی پاکستان کا حصہ 24 فیصد ہوتا حالانکہ اس کی آبادی پوری ملک کی آبادی کا 56 فیصد ہے مزید یہ کہ مشرقی پاکستان کا حصہ اس رقم میں ادا ہو جاتا جو وہ مغربی بازو سے بطور ''تاوان'' طلب کر رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوتا کہ مشرقی پاکستان کے طلب کردہ تاوان کی رقم ادا ہونے تک وفاقی ٹیکسوں کی پوری رقم مغربی بازو کو ادا کرنا ہوتی۔ اس سے مغربی بازو پر جو بوجھ پڑتا وہ ناقابل برداشت ہوتا اور اس بازو کے صوبوں کو برسوں تک ترقی نصیب نہ ہوتی۔ اتنا گران بوجھ اور اتنی متنازعہ فیہ ذمہ داریاں آسانی سے قبول نہیں کی جا سکتی تھیں۔ عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان کے گیارہ نکات بھی اپنا لئے تھے۔ ان نکات میں اور باتوں کے علاوہ مغربی بازو میں ایک ذیلی وفاق کا بھی مطالبہ کیا گیا تھا۔ اس قسم کی سکیم مغربی بازو کے چھوٹے صوبے کسی طرح بھی قبول نہیں کر سکتے تھے۔ پیپلز پارٹی طلباء کے تمام مطالبے قبول کرنے کو تیار تھی لیکن وہ ذیلی وفاق کے مطالبے کو اور عوامی لیگ کے چھ نکات پر مشتمل مطالبے کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہ تھی۔

ان تمام مجبوریوں کے پیش نظر ہم نے ڈھاکہ سے روزانہ ہونے سے پہلے شیخ مجیب الرحمٰن پر زور دیا کہ وہ قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے میں معقول تاخیر پر رضامند ہو جائیں۔ لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا اور یہ جواب دیا کہ مغربی بازو کے مسائل سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ وہ 15 فروری کو قومی اسمبلی کے اجلاس پر تلے ہوئے تھے۔ عوامی لیگی لیڈر کو ہماری مشکلات کا پورا اندازہ تھا مگر وہ انہیں تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھے۔ وہ اپنا منصوبہ تیار

www.bhutto.org

کر چکے تھے اور ہماری درخواست سے اس میں رکاوٹ پڑتی تھی۔ منصوبہ یہ تھا کہ بلاتاخیر قومی اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوتا کہ اُن کے چھ نکات کو قانونی منظوری حاصل ہو جائے۔ وہ چاہتے تھے کہ قبل اس کے مغربی بازو میں یا یوں کہئے خود مشرقی بازو میں چھ نکات کے مضمرات سے پوری آگاہی ہو، چھ نکات کا آئین ملک پر ٹھونس دیا جائے۔ وہ ملک کے لوگوں کو سوچنے سمجھنے کا وقت دیئے بغیر ان پر دباؤ ڈال کر انہیں جھکنے پر مجبور کر دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے جو ہنگامہ خیز فضا پیدا کر دی تھی وہ اس میں کمی کے نتائج سے ڈرتے تھے۔

شیخ مجیب الرحمٰن کا ارادہ یہ تھا کہ ان کے اپنے علاقے میں، ایسے حالات کے تحت جن پر انہیں پورا قابو تھا، قومی اسمبلی کا اجلاس ہوتے ہی وہ اسمبلی کو ایک خودمختار ادارے میں تبدیل کر دیں گے اور اس طرح قانونی ڈھانچے کے حکم کو بے عمل بنا دیں گے۔ اس سے ان کی اکثریت کے لئے سپیکر کی رہنمائی میں تھوڑی سی مدت میں، ترجیحاً 23 مارچ سے پہلے، چھ نکات کے آئین کو نافذ کرنے کی راہ کھل جاتی۔ اس کے بعد کہ چھ نکات کو آئینی تقدس حاصل ہو جاتا۔ وہ ملک کے قانونی وزیراعظم بن جاتے، مسلح افواج اور عام نظم و نسق پر ان کا پورا کنٹرول ہوتا اور مشرقی پاکستان مکمل طور پر ان کی مٹھی میں ہوتا، ان کا اگلا قدم ویسے ہی اٹھتا جیسے دن کے بعد رات آتی ہے۔

ہمیں ان خطرات کا پورا احساس تھا لیکن ہر قدم احتیاط کے ساتھ اٹھانا تھا۔ ہم مایوسی کے عالم میں ڈھاکہ سے روانہ ہوئے لیکن ابھی ہم نے امید کا دامن کلیتاً نہیں چھوڑا تھا۔ واپس آ کر ہم نے اپنے منتخب نمائندوں سے ملاقاتیں کیں۔ ہم نے 2 فروری کو لاہور میں وسطی اور شمالی پنجاب کے پارٹی لیڈروں سے ملاقات کی اور سیاسی صورتحال پر ان سے تفصیل کے ساتھ تبادلہ خیال کیا۔ ہمارے سندھ کے لیڈروں کی ایک میٹنگ 4 فروری کو کراچی میں ہوئی اور پھر عید کی چھٹیاں آ گئیں جس کے بعد ملتان اور

www.bhutto.org

بہاولپور ڈویژن کے پارٹی لیڈروں کی ایک میٹنگ 10 فروری کو ملتان میں ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم نے مغربی بازو کی کچھ دوسری پارٹیوں کے لیڈروں سے بھی ملاقات کی۔

ہم نے صدر سے بھی ملاقاتیں کیں اور ان کو بتایا کہ ہماری پارٹی کے لیڈر چھ نکات میں تبدیلی کئے بغیر انہیں قبول کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ہم نے انہیں بتایا کہ عام حالات میں ہم تمام اختلافی مسائل قومی اسمبلی کے اندر طے کر سکتے تھے۔ لیکن ایسی صورت میں کہ عوامی لیگ نے پہلے ہی آئین طے کر لیا تھا اور شیخ مجیب الرحمٰن کی خواہش بس اتنی تھی کہ قومی اسمبلی ربر چھاپ کا کام دے، اسمبلی کے اجلاس میں ہماری شرکت سے اُوقت تک کچھ حاصل نہ ہوگا جب تک قومی اسمبلی کا باضابطہ اجلاس ہونے سے پہلے ہمارے اور عوامی لیگ کے درمیان کوئی مفاہمت نہ ہو جائے۔

11 فروری کو راولپنڈی میں صدر یحیٰی خان سے اپنی ملاقات میں، میں نے اُن پر زور دیا تھا کہ جونہی ہم مغربی بازو میں اپنی بات چیت مکمل کر لیں اور رائے عامہ کو ایک تصفیئے کے حق میں آمادہ کرنے کے لئے بڑے بڑے شہروں میں تین چار عام جلسے کر لیں، وہ قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیں۔ صدر کو بتایا گیا کہ ان پیشگی تدبیروں کے بعد ہم شیخ مجیب الرحمٰن سے موٹی موٹی باتوں پر تصفیہ کرنے کی ایک آخری کوشش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد ہم صدر کی مقرر کردہ تاریخ کو اسمبلی میں شریک ہوں گے۔ ہم پر عوام کی طرف سے جو جمہوری ذمہ داریاں ہیں ان کو ہم اس کے بغیر پورا نہیں کر سکتے۔ صدر دو متضاد مطالبات کو اس طرح پورا کر سکتے ہیں کہ ہمیں ہماری ذمہ داریاں پوری کرنے کے لئے مناسب وقت دیدیں اور شیخ مجیب الرحمٰن کو اس طرح مطمئن کر دیں کہ وہ جو تاریخ چاہتے ہیں اس کے چھ ہفتے بعد کی کسی تاریخ کا اعلان کر دیں۔ ہمارا خیال تھا کہ اس قسم کی

www.bhutto.org

تدبیر سے ہمیں وہ وقت مل جائے گا جس کی ہمیں ضرورت تھی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ مجیب الرحمٰن کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں غیر معینہ تاریخ کی جن فرضی سازشوں کے بارے میں اندیشے ہیں، وہ بھی دور ہو جائیں گے۔

ڈھاکہ روانہ ہونے سے پہلے میں نے ایک پریس کانفرنس میں کہا تھا کہ چھ نکات میں سے دو نکات یعنی وفاق اپنے صحیح معنوں میں اور ملیشیا کے بارے میں نکات پیپلز پارٹی کے لئے قابل قبول ہیں، درحقیقت یہ دو نکات خود ہمارے پروگرام میں شامل تھے۔ تیسرا نکتہ جس کا تعلق مرکزی امور سے ہے اصل میں باقی تین نکات سے تعلق رکھتا ہے۔ ڈھاکہ سے واپسی پر رائے عامہ کا اندازہ لگانے اور اسے تیار کرنے کے بعد ہمیں یہ امید پیدا ہو گئی تھی کہ ہم ٹیکس اور کرنسی کے بارے میں مجیب الرحمٰن کی تجویزوں کو قبول کر سکیں گے بشرطیکہ ان کے ساتھ بعض تحفظات بھی شامل کر دیئے جائیں۔ چنانچہ صدر کو ہم نے بتا دیا کہ چند ہفتوں کے اندر ہم اس منزل پر پہنچ گئے ہیں کہ قومی سالمیت کو قربان کئے بغیر چھ نکات کی اصل روح کو قبول کر لیں۔ لیکن بیرونی تجارت اور امداد کے پیچیدہ نکتے کو طے کرنے کے لئے ابھی اور وقت درکار ہے۔ اسی طرح ٹیکس اور کرنسی کے معاملے میں تصفیئے کا ایک ایسا معقول طریقہ تلاش کرنے میں بھی وقت لگے گا جو ایک طرف تو مجیب الرحمٰن کو ایک مشکل مرحلے سے نکال لے اور دوسری طرف ہمیں بھی پاکستان کو نقصان پہنچا کر چھ نکات کو قبول نہ کرنا پڑے۔ ہمارا خیال تھا کہ آئین قانون اور جدید نظم و نسق میں ہمارے لئے اتنی گنجائش ہے کہ ہم ایک ایسا سمجھوتہ کر سکیں جو دونوں کے نقطۂ نظر کو پورا کرتا ہو۔ یعنی یہ کہ قومی اتحاد کے تقاضے بھی پورے ہوں اور عوامی لیگ کے اہم مطالبات بھی۔

چھ نکات میں سے تین نکتے دشوار قسم کے تھے اور ان پر تفصیلی بحث اور سخت گفت و شنید کی ضرورت تھی۔ جن نکات کا تعلق ٹیکس اور کرنسی سے تھا اُن کے لئے ایک ایسا فارمولا

www.bhutto.org

درکار تھا جو ایک پاکستان کے تعلق بیرونی تجارت اور بیرونی امداد سے تھا۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ بیرونی تجارت اور بیرونی امداد کے معاملے صوبوں کے حوالے کر دینے کے بعد پاکستان اپنے مخصوص حالات اور مسائل کے ساتھ متحد رہے؟ اور یہ بھی اس صورت میں کہ چھ نکات میں اور بھی کئی دوسرے تقسیم کرنے والے عنصر شامل تھے۔ جنہیں مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو حقیقت میں ان کا مطلب علیحدگی تھا۔ ہم ناامیدی میں بھی یہ امید کر رہے تھے کہ شیخ مجیب الرحمٰن ایک ایسا تصفیہ قبول کرلیں گے جو دونوں بازوؤں کے لئے قابل قبول منصفانہ حل پیش کرتا ہو۔ اس کا علم کہ ہم کامیاب ہوں گے یا ناکام اسی وقت ہوسکتا تھا جب ہم ایک آخری اور پر خلوص کوشش اور کرتے۔ ہم نے صدر یحییٰ خان کو پھر بتایا کہ اہم امور پر تصفیہ کی آخری کوشش اور رائے عامہ کو بنیادی تصفیئے کے لئے ہموار کئے بغیر اگر ہم قومی اسمبلی کے اجلاس میں شریک ہوئے تو کیا مشکلات پیش آئیں گی۔

ہم یہ تاثر لے کر راولپنڈی سے چلے کہ صدر ہماری دشواریوں کو سمجھتے ہیں اور وہ فروری کے آخر کے پہلے قومی اسمبلی کے اجلاس کی تاریخ کا اعلان نہیں کریں گے۔ تاہم صدر نے ہم سے کوئی یقینی وعدہ نہیں کیا تھا۔ ابھی پشاور میں اپنے پارٹی لیڈروں سے ہمارے صلاح مشورے جاری تھے اور دوسرے لیڈروں سے ہماری ملاقاتیں ہو رہی تھیں کہ 13 فروری کو یہ اعلان ہوا کہ صدر نے 3 مارچ کو ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس بلا لیا ہے۔ اس اعلان سے ہم حیران رہ گئے۔ ہم بیچ دھارے میں پھنس گئے تھے۔ ابھی نہ ہم نے اپنے صلاح مشورے مکمل کئے تھے اور نہ دوررس مراعات پر مبنی آئین پر مغربی بازو کے عوام کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے ان کے سامنے گئے تھے۔ چنانچہ ہمارے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ ہم 3 مارچ کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کریں۔ ہم نے فوراً ہی صدر کے پرنسپل سٹاف آفیسر کو ٹیلی فون کیا اور ان سے کہا کہ ان

www.bhutto.org

وجوہ کی بنا پر جو ہم دو روز ہی پہلے صدر کو بتا چکے ہیں، 3 مارچ کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں ہم شرکت نہیں کر سکتے۔

پیپلز پارٹی کی الجھن

پیپلز پارٹی کے سامنے جو راستے تھے، وہ محدود تھے۔ مغربی بازو کی شکست خوردہ پارٹیوں نے جو اپنی ناکامی پر جھنجلائی ہوئی تھیں، ہمارے خلاف ایک شور وغوغا بپا کیا ہوا تھا۔ مجیب الرحمٰن اپنے موقف پر اڑے ہوئے تھے اور حکومت کے مقاصد متضاد تھے، اس پر پیچ صورت حال میں مغربی بازو کی اکثریتی پارٹی کے سامنے دو ہی راستے تھے جن میں سے اسے ایک اختیار کرنا تھا۔ یا تو وہ چھ نکات کو بالکل رد کر دے اور اس سے مکمل لاتعلقی کا اظہار کر دے یا آئینی اور انتظامی تحفظات کے ساتھ ایک ایسے تصفیئے کی کوشش کرے جو عوامی لیگ کے مطالبات بھی پورے کر دے اور پاکستان بھی متحد رہے۔ چھ نکات کے خلاف مغربی بازو میں کوئی تحریک شروع کرنا سود مند نہیں تھا کیونکہ چھ نکات کا مطالبہ مشرقی پاکستان کی اکثریتی پارٹی کر رہی تھی۔ پیپلز پارٹی کے لئے مشرقی پاکستان کے لوگوں کے نظریات ایک دن میں بدل دینے کی کوشش کرنا بھی اتنا ہی بے سود ہوتا۔ پیپلز پارٹی کے پاس صرف ایک حربہ تھا جو وہ ایک منصفانہ تصفیے کے لئے عوامی لیگ کے خلاف استعمال کر سکتی تھی اور وہ یہ تھا کہ وہ چھ نکات پر مبنی آئین کو قبول کرنے سے انکار کر دے۔ لیکن یہ بھی کوئی موثر حربہ نہ تھا کیونکہ عوامی لیگ کو اسمبلی میں اتنی اکثریت حاصل تھی کہ وہ اپنا آئین منظور کرا سکتی تھی یہ درست ہے کہ مغربی بازو کی اکثریتی پارٹی کی رضامندی کے بغیر کیا ہوا آئین زیادہ نہیں چلتا، لیکن وہ بن تو جاتا ہے، چاہے کتنی ہی مدت کے لئے ہو، اور ملک کی تباہی کا سامان کر جاتا۔

www.bhutto.org

اگر ہم عوامی لیگ کے مطالبے کو ماننے سے یکسر انکار کر دیتے تو ہم لوگوں کو پیپلز پارٹی پر یہ الزام لگانے کا موقع دے دیتے کہ وہ جمہوریت کی بحالی میں جس کا مطالبہ ملک کے دونوں بازوؤں کے لوگ کر رہے ہیں، رکاوٹ ڈال رہی ہے۔ ایک جمہوری پارٹی کی حیثیت سے جس پر حال ہی میں عوام نے بھاری اکثریت سے اپنے اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ پیپلز پارٹی کسی حالت میں اس مطالبے کے خلاف نہیں جا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ انتقال اختیارات سے پیپلز پارٹی کا اپنا مفاد وابستہ تھا۔ وہ پارٹی جسے کم از کم دو اہم صوبوں، پنجاب اور سندھ میں حکومتیں بنانا تھیں۔ اپنی بڑی جانفشانی سے حاصل کی ہوئی کامیابی کو برباد نہیں کر سکتی تھی۔ اگر پیپلز پارٹی، عوامی لیگ سے گفت وشنید کرنے سے انکار کر دیتی تو سول اتھارٹی کے قیام اور مارشل لاء کے خاتمے سے اپنی گہری دلچسپی کے باوجود جس کی خواہش عوامی لیگ کو بھی تھی، پیپلز پارٹی پر جمہوریت کی بحالی میں رکاوٹ ڈالنے کا الزام لگایا جاتا۔ اگر پیپلز پارٹی عوامی لیگ کے مطالبوں کے خلاف عدم تعاون کی تحریک شروع کر دیتی تو اس سے نہ صرف جمہوریت کی بحالی خطرے میں پڑ جاتی بلکہ شاید ملک فوراً دونوں حصوں میں تقسیم ہو جاتا۔

پیپلز پارٹی ایک کشمکش میں گرفتار تھی۔ اسے دو باتوں میں سے ایک بات کا فیصلہ کرنا تھا، آیا شیخ مجیب الرحمٰن کے چھ نکاتی مطالبے کے آگے سر تسلیم خم کر دیا جائے جس کے نتیجے میں چند ماہ کے اندر مشرقی پاکستان کی آئینی علیحدگی عمل میں آ جاتی، یا اس مطالبے کو ماننے سے انکار کر کے مزاحمت کی جائے جس سے جمہوریت اور سول حکومت کی بحالی خطرے میں پڑ جاتی اور جس میں یہ بھی امکان تھا کہ تشدد کے ساتھ تقسیم ہو جائے۔ چنانچہ یہ نہایت ضروری تھا کہ چھ نکات پر سیاسی تصفیہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے تاکہ جمہوریت بحال ہو جائے اور پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچ جائے۔

www.bhutto.org

چھ نکات چونکہ علیحدگی کا پوشیدہ منصوبہ تھے جسے ایک مرحلے میں نہیں دو مرحلوں میں پورا کیا جانا تھا اس لئے ہم ایک ایسا انتظام چاہتے تھے جس سے تاثر تو یہ ہو کہ شیخ مجیب الرحمٰن کے مطالبات بنیادی طور پر قبول کر لئے گئے ہیں لیکن عملاً انہیں ہم نے قبول نہ کیا ہوتا کہ دوسرے مرحلے پر عمل نہ ہونے پائے۔ یہ انتظام اس طرح ہو سکتا تھا کہ چھ نکات کے ساتھ ایسے آئینی اور انتظامی تحفظات شامل کر دیئے جاتے جو عوامی لیگ کی علیحدگی کی سکیم کو روبہ عمل نہ آنے دیتے۔ اس طریقے سے ہم چھ نکات کے تباہ کن نتائج کو روکنا چاہتے تھے۔ ہم سمجھتے تھے کہ آئین اور انتظامی تحفظات کے ساتھ ٹیکس اور کرنسی سے تعلق رکھنے والے نکات کو قبول کیا جا سکتا ہے لیکن بیرونی تجارت اور امداد کا معاملہ مشکل تھا۔ عوامی لیگ کے اڑیل پن کی وجہ سے اس کے حل ہونے میں بہت دشواری تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ مالی واجبات کا مسئلہ غیر جانبدار ماہروں کا کمشن طے کر سکتا ہے۔ ان پرزور وجوہ کی بناء پر تفصیلی بات چیت کی ضرورت اس قدر واضح اور روشن تھی کہ ہمیں یقین تھا کہ ہمیں قومی اسمبلی کا اجلاس ہونے سے پہلے تصفیے کے لئے بات چیت کرنے کا موقع ضرور دیا جائے گا۔

15 فروری 1971ء کو میں نے پشاور میں ایک پریس کانفرنس بلائی اور اس میں بتایا کہ ملک کو کس بحران کا سامنا ہے۔ میں نے کہا کہ موجودہ حالات میں ہم اس وقت تک قومی اسمبلی کے 3 مارچ کے اجلاس میں شرکت نہیں کریں گے جب تک کہ ہمیں یہ یقین نہ دلایا جائے کہ ہمارا نقطۂ نظر سنا جائے گا اور اگر وہ معقول ہوا تو عوامی لیگ اسے قبول کر لے گی۔ میں نے اس یقین دہانی کی نوعیت کو عملاً مبہم رکھا تاکہ شیخ مجیب الرحمٰن کسی سبکی کے بغیر ہمارا مطالبہ پورا کر سکیں۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ یقین دہانی براہ راست شیخ مجیب الرحمٰن کی طرف سے ہونی چاہئے یا یہ کہ وہ علانیہ یہ یقین دہانی کرائیں۔ پشاور

www.bhutto.org

اور کراچی میں اپنی پریس کانفرنس میں جب اخباری نمائندوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا پیپلز پارٹی قومی اسمبلی کا بائیکاٹ کر رہی ہے تو میں نے قطعی طور پر اس کی تردید کی۔ اس کے بعد میں عوام کے سامنے گیا تاکہ انہیں بتا سکوں کہ حالات میں کیا مشکلات پوشیدہ ہیں۔

21 اور 22 فروری کو ہم نے کراچی میں پیپلز پارٹی کے لیڈروں کا ایک کنونشن منعقد کیا۔ کنونشن کے دو روزہ اجلاس کے اختتام پر تمام لیڈروں نے یہ عہد کیا کہ وہ پارٹی کے فیصلوں کی پابندی کریں گے۔ بعد میں 28 فروری کو لاہور میں ایک بڑے عام جلسہ میں، میں نے عوام کو اعتماد میں لیا اور انہیں وہ وجوہ بتائیں جن کی بنا پر ہم نے یہ موقف اختیار کیا تھا۔ میں نے لوگوں کو بتایا کہ قبل اس کے کہ قومی اسمبلی اپنی کارروائی شروع کرے، ہمیں عوامی لیگ کے ساتھ ایک قابل قبول سمجھوتے کے ئے ایک آخری کوشش کرنا ہے اور اس کے لئے ہمیں تھوڑا سا وقت چاہئے۔ میں نے کہا کہ ہم نے جو یقین دہانی مانگی ہے اگر وہ مل گئی تو ہم قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کے لئے تیار ہیں۔ میں نے ایک متبادل تجویز بھی پیش کی اور وہ یہ کہ اگر ہمیں یقین دہانی نہ کرائی گئی اور قومی اسمبلی کا اجلاس بھی ملتوی نہ کیا جا سکے تو پھر آئین سازی کے لئے جو ایک سو بیس دن کی مدت رکھی گئی ہے، وہ ختم کر دی جائے تاکہ ایسا نہ ہو کہ آئین پر اہم فیصلے ہوتے رہیں اور ہمارے لئے وقت گزر جائے۔ پہلی مجلس دستور ساز نے ایک آئین کا مسودہ تیار کرنے میں سات سال لگائے تھے، دوسری مجلس دستور ساز کو 1956ء کا آئین تیار کرنے میں دو سال سے زیادہ لگے۔ جس کے مقابلے میں اب مسائل کہیں زیادہ پیچیدہ اور اختلافی ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ یا تو قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کر دیا جائے تاکہ بڑی بڑی باتوں پر ایسا تصفیہ ہو سکے جو اسمبلی کو ایک سو بیس دن کے اندر قابل قبول ہو یا

www.bhutto.org

بصورت دیگر ایک سو بیس دن کی مقررہ مدت ختم کر دی جائے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوا تو شیخ مجیب الرحمٰن کو یہ کہہ کر اسمبلی سے بہ عجلت آئین منظور کرا لینے کا آسان بہانہ مل جائے گا کہ وقت نکلا جا رہا ہے۔ یہ پہلا موقع نہیں تھا کہ میں نے آئین سازی کے لئے ایک سو بیس دن کی حد کو چیلنج کیا تھا۔ انتخابی مہم کے دوران میں نے کئی تقریروں میں کہا تھا کہ یہ مدت بہت تھوڑی ہے۔ ضلع حیدرآباد میں بدین کے ایک عام جلسے میں تقریر کرتے ہوئے میں نے یہ سوال کیا تھا کہ حکومت یہ توقع کس طرح کر سکتی ہے کہ آئین چار مہینوں میں تیار ہو جائے گا جبکہ اس نے قانونی ڈھانچے کا حکم تیار کرنے میں اتنا ہی وقت لیا ہے؟ میں نے لوگوں سے کہہ دیا کہ اگر ان دونوں میں سے ہماری کوئی ایک تجویز منظور نہ کی گئی تو ہم 3 مارچ کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہیں کریں گے۔

ہم نے اپنے مفاہمت اور برداشت کے جذبے کا اظہار کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ لوگوں کا رویہ قابل تشکر تھا اور یہ صاف ظاہر تھا کہ وہ ہمارے موقف کی بھرپور حمایت کرتے ہیں۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے میری تقریر کا یہ جواب دیا کہ وہ سب کی باتیں سننے کو تیار ہیں لیکن چھ نکات پر جو ''عوام کی امانت'' ہیں کوئی تصفیہ کرنے کو تیار نہیں۔ اس کا کوئی مطلب نہیں تھا اور اس میں یقین دہانی کا شائبہ تک نہیں تھا۔ پیپلز پارٹی نے جو موقف اختیار کیا تھا اس پر مغربی بازو میں عوام کے ایجابی ردعمل کو دیکھتے ہوئے صدر نے یکم مارچ کو قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کرنے کا اعلان کر دیا تا کہ لیڈروں کو کوئی تصفیہ کرنے کا موقع مل سکے۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے اس اندیشے سے کہ اب ان کا آئینی علیحدگی کا منصوبہ پورا نہ ہو سکے گا۔ صدر کے اعلان پر شدید ردعمل کا اظہار کیا گیا۔

عوامی لیگ کا نقطۂ عروج

www.bhutto.org

عظیم المیہ

شیخ مجیب الرحمٰن نے 2 مارچ کو ڈھاکہ میں اور اس کے بعد سارے مشرقی پاکستان میں عام ہڑتال کا حکم دیدیا۔ ان کی آواز پر مشرقی پاکستان کے لوگ فتنہ و فساد پر اتر آئے اور نظم و نسق معطل ہو گیا۔ ان کے غنڈوں نے غیر بنگالیوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ عوامی لیگی لیڈر نے بنگلہ دیش کے نام پر ہدایات جاری کرنا شروع کر دیں۔ سرکاری ملازمین کو حکم دیا گیا کہ وہ مرکزی حکومت کے ساتھ تعاون نہ کریں۔ بینکوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ صرف عوامی لیگ کے احکامات پر عمل کریں۔ پولیس کو عوامی لیگ نے احکامات جاری کئے۔ ہائی کورٹ کے ججوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں۔ شیخ مجیب الرحمٰن کا طرز عمل ایسا تھا جیسے وہ ایک نو آزاد ملک کے ڈکٹیٹر ہوں۔

فوج نے پہلے دن کچھ رکے رکے قدم اٹھائے لیکن مشرقی کمان کے جنرل انچارج کے حکم سے دوسرے دن فوج ہٹ گئی اور پھر اس افراتفری کو جو پھیلنی شروع ہو گئی، موثر طریقے پر دور کرنے کے لئے کوئی کارروائی نہیں کی۔ مشرقی پاکستان کے گورنر کو جو عوامی لیگ کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے تھے، تبدیلی کر کے ان کی جگہ جنرل ٹکا خان کو گورنر مقرر کیا گیا۔ عوامی لیگ کی ہدایات پر مشرقی پاکستان ہائی کورٹ کے چیف جسٹس نے نئے گورنر کو ان کے عہدے کا حلف اٹھوانے سے انکار کر دیا۔

فوج کے سامنے سے ہٹ جانے کے بعد عوامی لیگ کے کارکنوں اور غنڈوں نے عوام کو دہشت زدہ کر دیا۔ بہت سے غیر بنگالیوں کو بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ جرائم پیشہ لوگوں کو زبردستی جیلوں سے آزاد کرا دیا گیا۔ کارخانوں کو تباہ کر دیا گیا اور مواصلات کے سلسلے منقطع کر دیئے گئے۔ دوکانوں کو لوٹ لیا گیا اور مکانوں کو آگ لگا دی گئی۔ زندگی کا تمام کاروبار مفلوج ہو کر رہ گیا۔ معیشت ٹھہر گئی۔ لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ مرکزی حکومت کو کوئی ٹیکس ادا نہ کریں۔ عوامی لیگ نے بنگلہ دیش کے نام پر ٹیکس وصول کرنا شروع کر دیا۔

www.bhutto.org

عظیم المیہ

مہاجرین جو 1947ء میں ہندوستان سے جان بچا کر آئے تھے۔ 1971ء میں پھر خانماں برباد ہو گئے لیکن اس مرتبہ خود اپنے وطن موعود ہیں۔ وہ بندرگاہوں پر، ہوائی اڈوں پر اور ریلوے سٹیشنوں پر جمع ہو گئے تا کہ مغربی بازو چلے جائیں، دہشت گردی اور پروپیگنڈے اور صوبائی حکام کی بے حسی کے باعث شیخ مجیب الرحمٰن چند دن کے اندر ہی بنگلہ دیش کے عملاً حکمران بن گئے۔ سول نافرمانی کے نام پر عوامی لیگ نے خوف و دہشت پھیلا دی اور مشرقی پاکستان میں ایک متوازی حکومت قائم کر دی۔

اس صورت حال کو ختم کرنا ہی تھا۔ تشویشناک بگاڑ کو روکنے اور اپنی اتھارٹی کو منوانے کے لئے مارشل لاء کی حکومت کو جلد سے جلد کوئی قدم اٹھانا تھا۔ (اس مقصد کے لئے صدر نے 3 مارچ کو ملک کے لیڈروں کو سیاسی صورتحال پر غور کرنے اور قومی اسمبلی کے اجلاس کی تاریخ طے کرنے کے لئے 10 مارچ کو ڈھاکہ میں جمع ہونے کی دعوت دی۔ مغربی بازو کی دوسری سیاسی پارٹیوں کے لیڈروں نے بھی اس کانفرنس میں شرکت پر رضامندی ظاہر کر دی، شیخ مجیب الرحمٰن نے توہین آمیز الفاظ میں صدر کی دعوت کو مسترد کر دیا اور کانفرنس نہیں ہو سکی۔ اس دوران عوامی لیگی لیڈر مشرقی پاکستان پر اور زیادہ کنٹرول حاصل کرنے کے لئے کارروائیاں کرتے رہے۔ صورتحال روز بہ روز قابو سے باہر ہوتی گئی۔ مرکزی حکومت کا اقتدار ختم ہو کر رہ گیا۔

4 مارچ کو صدر یحییٰ خان نے مجھے راولپنڈی آنے کی دعوت دی۔ 5 مارچ کو ہم نے صدر سے بات چیت کی اور اُن کو یقین دلایا کہ اس شدید بحران پر قابو پانے کے لئے ہم ہر ممکن کوشش کرنے کو تیار ہیں۔ صدر نے ہم سے کہا کہ چونکہ قانونی حکم کے ڈھانچے میں ہمارے اندیشوں کو دور کرنے کے لئے کافی تحفظات موجود ہیں، اس لئے ہم اُس یقین دہانی پر جس کا ہم نے 15 فروری کو مطالبہ کیا تھا، اصرار نہ کریں۔ ہم نے

www.bhutto.org

اُن کو بتایا کہ یہ حکم بے عمل ہو جائے گا کیونکہ اسمبلی کا اجلاس شروع ہونے کے بعد سپیکر کا انتخاب ہوتے ہی اسمبلی کو ایک خودمختار ادارہ بنا دیا جائیگا۔ اس میں شک نہیں کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے انتخابی مہم کے دوران اس حکم کے ذریعہ عوام کی خودمختاری کو کم کرنے کے خلاف سخت اعتراضات کئے تھے لیکن اسمبلی کی خودمختاری میں اور اس کو علیحدگی کے لئے آلۂ کار بنانے میں بڑا فرق تھا۔ اس سے بین الاقوامی پوزیشن بھی پیچیدہ ہو جائے گی اور تسلیم کرنے کا سوال پیدا ہو جائے گا ہم نے صدر کو بتایا کہ قومی اسمبلی میں آئینی بل منظور ہو جانے کے بعد صدر کا اس کی توثیق نہ کر کے قانونی ڈھانچے کے حکم پر عمل درآمد کرنا مشکل اور نامناسب ہوگا۔ ہم نے اُن سے کہا کہ ہماری رائے میں قانونی ڈھانچے کا حکم بے کار ہو چکا ہے، لیکن شدید بحران کے پیش نظر ہم اُن کی یقین دہانی کو قبول کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ وہ قوم کے سامنے اس کو دہرائیں۔

6 مارچ کو صدر یحییٰ خان نے قوم کے نام ایک نشری تقریر میں اعلان کیا کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 25 مارچ کو ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ مسلح افواج کے کمانڈر انچیف کی حیثیت سے وہ پاکستان کی سالمیت کو برقرار رکھنے کا عزم رکھتے ہیں اور اُن کا قانونی ڈھانچے کا حکم ان لوگوں کے لئے ایک یقین دہانی ہے جنہیں ایک آئین کا خدشہ ہے جو پاکستان کی سالمیت کو خطرے میں ڈال دے۔ 7 مارچ کو مجیب الرحمٰن نے ڈھاکہ میں ایک عام جلسہ سے خطاب کیا، انہوں نے مسلح افواج پر شدید نکتہ چینی کی اور اعلان کیا کہ وہ اپنی جدوجہد اس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک کہ ان کے عوام "ایک آزاد قوم کے آزاد شہری" نہیں بن جاتے۔ لیکن انہوں نے یک طرفہ آزادی کا اعلان نہیں کیا۔ 6 مارچ کی رات صدر یحییٰ خان نے شیخ مجیب الرحمٰن کو یہ پیغام بھیجا تھا کہ وہ انتہائی قدم اٹھانے سے باز رہیں کیونکہ صدر عنقریب ان سے دوبارہ بات چیت شروع کرنے کو تیار

www.bhutto.org

ہیں۔ غالباً اس پیغام نے اُن کو آزادی کا یک طرفہ اعلان کرنے سے باز رکھا۔ تاہم شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنی تقریر میں چار نئے مطالبات پیش کئے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مارشل لاء فوراً ہٹایا جائے اور عوام کے نمائندوں کو اقتدار منتقل کر دیا جائے۔ انہوں نے مطالبہ بھی کیا کہ فوج نے مشرقی پاکستان میں جو گولی چلائی ہے اس کی تحقیقات کی جائے اور فوج اپنی بارکوں میں واپس چلی جائے۔ انہوں نے کہا کہ وہ 25 مارچ کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنے پر صرف اس وقت ''غور'' کریں گے جب ان کے یہ چاروں مطالبات پورے ہو جائیں گے۔ خطرناک تعطل جاری رہا۔ اسے ختم کرنے کے لئے میں نے 10 مارچ کو شیخ مجیب الرحمٰن کے نام مندرجہ ذیل تار بھیجا:

''ہمارے ملک میں حالات نے حال ہی میں جو رخ اختیار کیا ہے، مجھے اُس پر شدید تشویش اور گہرا رنج ہے۔ مجھے اپنے اُن ہم وطنوں کا غم ہے جن کی جانیں اس بحران ضائع ہو گئی ہیں۔ ان کے پسماندگان سے مجھے دلی ہمدردی ہے۔ ہم پاکستان میں ایک نئے نظام کے خواہش مند ہیں۔ ایسا نظام جس میں انسان کے ہاتھوں انسان کا یا ایک علاقے کے ہاتھوں دوسرے علاقے کا استحصال ختم ہو جائے۔ آیئے ہم یہ کوششیں کریں کہ یہ نیا نظام نہ صرف آئین میں ہو بلکہ تمام پاکستانیوں کے دل میں ہو۔ ہمیں انتہائی شدید بحران کا سامنا ہے۔ ہمارے ملک کا مستقبل سخت خطرے میں ہے۔ ہم دونوں پر شدید ذمہ داری ہے اور جس تباہی کا ہمیں سامنا ہے، اسے روکنے کے لئے ہمیں انسانی حد تک ہر ممکن کوشش کرنا چاہیئے۔ یہ ہم دونوں کا مشترکہ مقصد ہونا چاہیئے کہ پاکستان محفوظ رہے، اور امن اور ترقی کی ایسی راہ پر گامزن رہے جس میں ملک کے دونوں بازو اپنا پورا پورا

www.bhutto.org

کردار ادا کرسکیں۔

یہ جو افسوسناک بحران پیدا ہوا، اُس سے مجھے یہ یقین ہو گیا ہے کہ ہم اب ایک ایسے مرحلے میں پہنچ گئے ہیں کہ اگر ملک کو بچانا ہے تو پاکستان کے دونوں بازوؤں کو فوراً مفاہمت کرلینا چاہیے۔ ملک کو بہر حال ہر قیمت پر بچانا ہے۔ موجودہ بحران پر قابو پانے کے لئے ضروری ہے کہ ملک کے دونوں بازوؤں کے لوگوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ پچھلے تیئس سال میں جو تلخیاں اور غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں انہیں دور کیا جائے اور پاکستان کے لوگوں کے اتحاد اور یک جہتی کو قائم رکھنے کی پوری پوری کوشش کی جائے تاکہ وہ بھائیوں کی طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالے قدم آگے بڑھاتے چلے جائیں۔ ملک جس بحران میں مبتلا ہے اسے دور کرنے کے لئے ایک مشترکہ حل وضع کرنے کی غرض سے میں آپ سے دوبارہ ملنے کے لئے ڈھاکہ آنے کو تیار ہوں تاکہ اسمبلی آئین سازی کے کام میں مصروف ہو سکے۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ یہ کہیں کہ ہم اُن کی توقعات پوری نہ کر سکے اور بعد میں تاریخ بھی یہی لکھے۔

2 روز بعد عوامی لیگ کے جنرل سیکرٹری، مسٹر تاج الدین احمد نے میری پیشکش کو علانیہ ٹھکرا دیا اور کہا کہ عوامی لیگ اس تار پر غور کرنے تک کو تیار نہیں۔

عوامی لیگ بغاوت کی راہ پر گامزن رہی۔ مغربی پاکستان کے عوام مشرقی پاکستان کے واقعات سے ششدر ہو کر رہ گئے تھے۔ مجیب الرحمٰن بنگلہ دیش کے نام پر ہدایات جاری کرتے رہے۔ ان میں سے کچھ ہدایات کا تعلق ہندوستان سے تجارتی تعلقات بحال کرنے سے تھا۔ بہت سے مقامات پر قائداعظم کی تصویریں جلائی گئیں اور پاکستانی

www.bhutto.org

پرچم کی بے حرمتی کی گئی۔ ٹیگور کے "امار سونار بنگلہ" کو بنگلہ دیش کا قومی ترانہ بنانے پر غور کیا جانے لگا۔ سرکاری ریڈیو اور ٹیلی ویژن سٹیشن عوامی لیگ کی ہدایت پر کام کرنے لگے۔ ڈھاکہ یونیورسٹی کے ایک ہال کا نام اقبال ہال سے بدل کر ٹیگور ہال رکھ دیا گیا۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے نام ایک درخواست بھیجی گئی کہ بنگلہ دیش کو عالمی ادارے کا رکن بنا لیا جائے۔ لندن میں بنگالی انتہا پسندوں نے بنگلہ دیش کے حق میں مظاہرہ کیا۔ اقوام متحدہ کے ہیڈکوارٹر کے سامنے پاکستان کا پرچم جلایا گیا۔ امریکہ میں بنگالی طلباء نے واشنگٹن میں پاکستان کے سفارت خانے اور نیویارک میں پاکستان کے مستقل مشن پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ جس دن سے عوامی لیگ کی بغاوت شروع ہوئی تھی، اس دن سے مشرقی پاکستان میں فوج پر لعن طعن جاری تھا۔ طرح طرح سے اُس کی بے عزتی کی جاتی تھی۔ یہ سلسلہ 25 مارچ تک مسلسل جاری رہا۔

مغربی پاکستان کے شکست خوردہ لیڈروں نے اس صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ انہوں نے پیپلز پارٹی کو ساری گڑبڑ کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ اخبارات جو بڑے بیوپاری طبقے کے ہاتھ میں تھے پیپلز پارٹی کو موردالزام ٹھہرانے کی مشق میں ان کے ساتھ مل گئے تاکہ رائے عامہ کو گمراہ اور پریشان کیا جائے۔ پیپلز پارٹی کے سر سارا الزام تھوپنے کے لئے ہر چال اور ترکیب استعمال کی گئی۔ مغربی بازو کی اکثریتی پارٹی کو بدنام کرنے کی جنونی کوششوں میں وہ یہ بھی بھول گئے کہ پاکستان کا کیا حشر ہوگا۔ پیپلز پارٹی اور اُس کے چیئرمین کے خلاف جھوٹی اور شرانگیز افواہیں پھیلائی گئیں۔ یہ کہا گیا کہ بحران اس لئے پیدا ہوا کہ پیپلز پارٹی نے اقتدار میں شرکت پر زور دیا تھا۔ مفاد پرستوں کے ایجنٹوں نے یہ تحقیر آمیز جھوٹ اڑایا کہ عوامی لیگ سے ہماری گفت وشنید اس لئے ناکام ہوئی کہ شیخ مجیب الرحمٰن نے پیپلز پارٹی کے چیئرمین کو امور خارجہ کا قلم دان دینے سے انکار کر دیا تھا۔

www.bhutto.org

www.bhutto.org

بارے میں اپنے خیالات سے انہیں آگاہ کیا۔ میں نے اُن سے کہا کہ شیخ مجیب الرحمٰن نے 7 مارچ کو جو چار مطالبات پیش کئے ہیں وہ ہمیں اصولاً منظور ہیں لیکن جو بھی عارضی یا قطعی تصفیہ ہو وہ ہماری رضا مندی سے ہونا چاہئے۔ ہم پر مغربی بازو اور مجموعی طور پر پورے ملک کے مفادات کے تحفظ کی ذمہ داری ہے۔ صدر کو بتایا گیا کہ فائرنگ کی تحقیقات اور فوج کو واپس بارکوں میں بھیجنے کے مطالبات فوراً قبول کئے جا سکتے ہیں۔

دوسرے دو مطالبات، یعنی مارشل لاء کا ہٹایا جانا اور منتخب نمائندوں کو اختیارات کی منتقلی بھی ہمیں قبول ہیں۔ لیکن اختیارات کی منتقلی اور مارشل لاء کے ہٹائے جانے کے طریقے ایک مشترکہ سمجھوتے کی بنیاد پر طے ہونا چاہئیں۔ اس لئے ہماری شرکت کے بغیر بات چیت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہم نے انہیں بتا دیا کہ ہم ڈھاکہ جانے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ مجیب الرحمٰن ہم سے بامقصد بات چیت کریں۔

اسی دن سہ پہر کو میں نے کراچی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کیا اور ایک بار پھر اپنا موقف دہرایا۔ میں نے کہا کہ اختیارات دونوں اکثریتی پارٹیوں کو منتقل کئے جائیں۔ ہم ایک سمجھوتے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن پاکستان کا سودا نہیں کریں گے۔ عوام نے اس تقریر کا خیر مقدم کیا لیکن مخالف اخبارات اور ہمارے مخالفوں نے میری تقریر کو توڑ موڑ کر اس کا یہ مطلب نکالا کہ میں دو پاکستان چاہتا ہوں۔ نہ صرف اخبارات بلکہ تمام مفاد پرست عوام کے ذہنوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے متحد ہو گئے۔ ان تمام کوششوں کا مقصد پیپلز پارٹی کو الگ تھلگ کر کے اسے نظر انداز کر دینا اور بحران کا ذمہ دار ٹھہرانا تھا۔ پارٹی کے خلاف اس مہم میں ٹھکرائے ہوئے سیاست دان بھی شریک تھے، شکست خوردہ پارٹیاں بھی۔ دوسرے دن سہ پہر کو میں نے ایک پریس کانفرنس میں اپنی تقریر کو غلط رنگ دینے کی اس عمداً کوشش کی پرزور مذمت کی اور اپنے اس موقف کو دہرایا کہ مرکز میں

www.bhutto.org

دونوں اکثریتی پارٹیوں کو اختیارات منتقل کیے جائیں اور صوبوں میں ہر صوبے کی اکثریتی پارٹی کو اختیارات منتقل ہوں۔

کسی بھی معقول اصول سے دیکھا جائے تو قومی اسمبلی کے اجلاس میں مناسب التوا کے مطالبے کا ایسا دھماکہ خیز ردعمل نہیں ہونا چاہیے تھا۔ جو یکم مارچ کے اعلان کا ہوا۔ مجیب الرحمٰن کے شدید ردعمل کا سبب کچھ اور ہی تھا۔ جب انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اب قومی اسمبلی کے ذریعے آئینی علیحدگی کا راستہ روک دیا گیا ہے تو انہوں نے تشدد کی پالیسی پر عمل پیرا ہونے کا فیصلہ کر لیا اور اپنی چال بدل دی۔ مغربی بازو کی بیشتر شکست خوردہ جماعتوں کے رویئے نے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ چونکہ مسلح افواج نے مؤثر طور پر مداخلت نہیں کی تھی۔ اس لئے وہ یہ سمجھنے لگے کہ انہوں نے اُن کے مطالبات قبول کر لئے ہیں۔ حالات اس حد تک خراب ہو گئے کہ جب صدر کے مشرقی پاکستان کے دورے کا اعلان ہوا تو مجیب الرحمٰن نے بڑے گھمنڈ سے کہا کہ صدر کا "بنگلہ دیش کے مہمان" کی حیثیت سے خیر مقدم کیا جائے گا۔ یہ وہ پس منظر تھا جس میں صدر یحییٰ خان 15 مارچ کو کراچی سے ڈھاکہ روانہ ہوئے۔

16 تاریخ کی رات کو صدر نے مجھے ایک پیغام بھیجا جس میں مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں 19 مارچ کو ڈھاکہ پہنچوں۔ دوسرے دن میں نے اپنا جواب بھیج دیا۔ میں نے انہیں یقین دلایا کہ میں 19 مارچ کو ڈھاکہ آنے کے لئے تیار ہوں۔ بشرطیکہ شیخ مجیب الرحمٰن بات چیت میں شریک ہوں۔ چونکہ صدر ہمارے نقطہ نظر سے واقف تھے۔ اس لئے ہم نے سوچا کہ صرف ان سے ایک مرتبہ پھر بات چیت کرنے کے لئے ڈھاکہ جانے سے کوئی مفید مقصد حاصل نہیں ہوگا جس چیز کی ضرورت تھی اور جو ناگزیر تھا وہ یہ تھا کہ پیپلز پارٹی اور عوامی لیگ کے درمیان بات چیت ہو...... اور ہم یہ جاننا چاہتے تھے کہ یہ

www.bhutto.org

بات چیت ہوگی یا نہیں۔ اس نکتہ پر میں نے وضاحت چاہی، اسی وضاحت کا ذکر میں نے کراچی میں 18 مارچ کو اپنی پریس کانفرنس میں کیا تھا اسی دوران 17 مارچ کو صدر کے پرنسپل سٹاف آفیسر نے مجھے ایک اور پیغام بھیجا جس میں کہا گیا تھا کہ مجھے صدر سے بات چیت کرنے کے لئے ڈھاکہ بلایا گیا ہے۔ ان کے کہنے کے مطابق صدر کی شیخ مجیب الرحمٰن سے بات چیت کے لئے نہیں بلکہ صدر سے ملنے کے لئے ڈھاکہ بلایا جا رہا ہے۔ ہم نے نرمی سے انکار کر دیا۔

صدر یحییٰ خاں سے شیخ مجیب الرحمٰن کی کئی ملاقاتوں اور مغربی بازو کے کچھ سیاست دانوں کی ڈھاکہ میں سرگرمیوں سے بڑی قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔ اخبارات جھوٹ کے پلندے بن گئے اور ہر ساعت ایک نئی افواہ سننے میں آتی تھی۔ کبھی یہ خبر آتی کہ بات چیت اطمینان بخش طریقے پر آگے نہیں بڑھ رہی ہے اور کبھی یہ دعویٰ کیا جاتا کہ بات چیت کامیابی کے ساتھ ختم ہو گئی ہے اور ایک عبوری حکومت بننے والی ہے جس میں پیپلز پارٹی کو شامل نہیں کیا جائے گا۔ جب صدر کے قانونی مشیروں کو ڈھاکہ طلب کیا گیا تو ان افواہوں میں کچھ صداقت نظر آنے لگی۔ ڈھاکہ میں ان کی موجودگی کا یہ مطلب لیا گیا کہ کوئی عبوری آئین تیار کیا جا رہا ہے۔ غیر یقینی صورتحال اور مفاد پرستوں کا سازش کے پیش نظر میں نے 18 مارچ کو صدر کو ایک پیغام بھیجا۔ جس میں، میں نے کہا کہ ڈھاکہ میں جو سنگین حالات رونما ہو رہے ہیں۔ ہم ان کا بغور مشاہدہ کر رہے ہیں۔ مغربی بازو کی اکثریتی پارٹی کی حیثیت سے یہ دیکھنا ہمارا فرض ہے کہ ان کی صحیح طرح نمائندگی ہو، اس لئے ہم کسی سمجھوتے میں چاہے وہ عارضی ہو یا مستقل پیپلز پارٹی کو شامل نہ کرنے کی ہر کوشش کا مقابلہ کریں گے۔

19 کی شام کو مجھے صدر کا ایک مراسلہ ملا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ میں اپنے مشیروں

www.bhutto.org

کے ساتھ فوراً ڈھاکہ روانہ ہو جاؤں۔ مراسلے میں کہا گیا تھا کہ مجیب الرحمٰن مجھ سے اور صدر سے گفت وشنید کرنے کو تیار ہو گئے ہیں۔ ہماری شرط منظور ہو گئی تھی اس لئے ہم نے ڈھاکہ جانے کی دعوت قبول کر لی۔ 20 تاریخ کی صبح کو میں نے کراچی میں پیپلز پارٹی کی مرکزی کمیٹی کی ہائی کمان کا ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا تا کہ صورتحال کا جائزہ لیا جائے اور ڈھاکہ کے لئے پارٹی کا موقف طے کیا جائے۔ 21 تاریخ کی صبح کو میں اپنے کئی ساتھیوں کے ہمراہ جن میں آئینی ماہر بھی شامل تھے۔ ڈھاکہ روانہ ہو گیا۔ ہماری روانگی سے ایک متفکر قوم کی نظریں ڈھاکہ پر لگ گئیں۔ ایک عام آدمی بھی یہ سمجھ گیا تھا کہ اب معاملات اپنے اختیار کو پہنچنے والے ہیں۔ آئندہ چند دنوں میں ڈھاکہ کو پاکستان کی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا۔

ڈھاکہ......ڈرامے کا اختتام

اسی دن سہ پہر کو ساڑھے چار بجے ہم ڈھاکہ پہنچ گئے۔ ہمارے بوئنگ طیارے کو ایمر جنسی لینڈنگ کرنا پڑی۔ کیونکہ پرواز کے دوران اس کے چار انجنوں میں سے دو خراب ہو گئے تھے۔ مشرقی پاکستان کے اوپر پرواز کرتے ہوئے اور جب جہاز اتر رہا تھا ڈھاکہ سبزے سے لہلہاتے ہوئے میدانوں کو دیکھ کر مجھ پر ایک نا قابل بیان کیفیت طاری ہو گئی۔ مجھے یہ یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہماری سرزمین اور یہ ہمارے عوام جنہوں نے قیام پاکستان میں شاندار حصہ لیا ہے۔ الگ ہو جانے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ میں یہ تصور نہیں کر سکتا تھا کہ ہمارے سات کروڑ بیس لاکھ ہموطنوں کو پاکستان سے کاٹ کر الگ کیا جا رہا ہے۔ مجھے یقین نہ آتا تھا کہ پچھلے چند سالوں میں ناگواریاں اتنی بڑھ گئی ہیں کہ ہمارے بھائی بہن اس ملک سے بغاوت کر دیں۔ جس کے لئے اتنے بہت سے لوگوں نے اپنی جان کی قربانی دی تھی۔ تقسیم کے وقت پاکستان کو مشرقی پنجاب، مغربی بنگال اور آسام سے ہاتھ

www.bhutto.org

دھونا پڑا۔ جموں و کشمیر کی ریاست ہندوستان کے قبضے میں رہی اور اب تئیس سال بعد ہمارے ملک کے سب سے زیادہ آبادی والے حصے کی قسمت کانٹے پر رکھی تھی۔

ہم طیارے سے باہر آئے تو فوجی عملے نے ہمیں گھیرے میں لے لیا۔ ہوائی اڈے کی حفاظت کرنے والے فوجی جوانوں اور ان مہاجرین نے جنہوں نے فوجی چھاؤنی اور اس کے آس پاس کے پاس کے علاقے میں پناہ لے لی تھی۔ تالیاں بجا کر ہمارا خیر مقدم کیا۔ ان مہاجرین کی تباہ حالی اور وہ لرزہ خیز واقعات جو انہوں نے سنائے، ناقابل فراموش ہیں۔ ہمیں ہوائی اڈے کے وی آئی پی روم میں لے جاتے ہوئے بریگیڈیئر ارباب خاں نے بتایا کہ فوج نے ڈھاکہ میں ہمارے قیام کے جو انتظامات کئے تھے وہ عوامی لیگ نے سنبھال لئے ہیں کیونکہ شیخ مجیب الرحمٰن کا اصرار تھا کہ ان کی پارٹی ہماری دیکھ بھال کرے گی۔ عوامی لیگ کے کارکن کئی ٹیکسیاں لے کر ہوائی اڈے پر آئے تھے۔ میرے چھ ساتھیوں نے ان انتظامات پر کچھ تذبذب کا اظہار کیا۔ لیکن میں اس پیشکش کو جیسی کچھ بھی تھی قبول کرنے کو تیار تھا۔ تاہم ایک کرنل نے یہ تجویز پیش کی کہ احتیاط کے طور پر یہ بہتر ہوگا کہ ہم فوجی عملے کی معیت میں اپنے ہوٹل جائیں۔ ہمیں جلد ہی معلوم ہو گیا کہ یہ تجویز کس قدر معقول تھی۔ ہوٹل جاتے ہوئے راستے میں ہمارا مخالفانہ استقبال کیا گیا جس کا پہلے سے باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا۔ ہوٹل کی لابی میں عوامی لیگی کارکنوں نے ہم پر فقرے کسے اور غنڈہ گردی کا مظاہرہ کیا۔ کچھ دیر تک لفٹ کو ہمیں اپنے کمروں تک لے جانے سے روکے رکھا گیا۔ جب ہم اپنے کمروں میں پہنچ گئے تو بریگیڈیئر ارباب خاں نے ہیڈکوارٹر کو بتایا کہ عوامی لیگ نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ اس پر مجیب الرحمٰن کو مطلع کر دیا گیا کہ چونکہ ان کے کارکن مناسب انتظامات نہیں کر سکے۔ اس لئے فوج ڈھاکہ میں ہمارے قیام کے انتظامات پھر سے اپنے ہاتھ میں لے رہی ہے۔

www.bhutto.org

اسی شام کو ساڑھے سات بجے ایوان صدر میں، میں نے صدر یحییٰ خاں سے ملاقات کی۔ صدر نے مجھے ان ملاقاتوں کے بارے میں بتایا جو 16 تاریخ سے 20 تاریخ تک ان کے اور مجیب الرحمٰن کے درمیان ہوئی تھیں۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے 18 تاریخ کو ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا تھا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ بات چیت کچھ آگے بڑھی ہے۔ اس کے نتیجے میں عوامی لیگ اور صدر کے ماہروں نے بھی مجوزہ آئینی انتظامات پر بات چیت کی تھی۔ صدر نے مجھے وہ تجویز بتائی جو عوامی لیگی لیڈر نے پیش کی تھی۔

اس تجویز کی خاص خاص باتیں یہ تھیں کہ مارشل لاء فوراً ہٹا لیا جائے اور مرکز میں اختیارات منتقل کئے بغیر پانچوں صوبوں کو اختیارات منتقل کر دیئے جائیں۔ اس تجویز کے مطابق صدر مرکزی حکومت چلاتے رہیں گے۔ جیسا کہ اب ہو رہا ہے اور اگر وہ چاہیں تو اپنی مدد کے لئے مشیر مقرر کر سکتے ہیں لیکن یہ مشیر عوام کے نمائندوں میں سے نہیں لئے جائیں گے۔ تجویز میں یہ بھی کہا گیا کہ ابتداء میں قومی اسمبلی کو دو کمیٹیوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ ایک مغربی پاکستان کے لئے ہو جس میں مغربی پاکستان کے منتخب نمائندے شامل ہوں اور دوسری بنگلہ دیش کیلئے ہو۔ جس میں مشرقی پاکستان کے منتخب نمائندے شامل ہوں۔ مغربی پاکستان کی کمیٹی کا اجلاس اسلام آباد میں ہو اور بنگلہ دیش کی کمیٹی کا اجلاس ڈھاکہ میں۔ یہ کمیٹیاں ایک مقررہ مدت کے اندر اپنی الگ الگ رپورٹیں تیار کریں۔ اور اپنی تجاویز قومی اسمبلی کو پیش کریں۔ اس کے بعد یہ کام قومی اسمبلی کا ہوگا کہ وہ دونوں کمیٹیوں کی تجاویز پر بحث و تمحیض کر کے باہم مل کر رہنے کے طریقے تلاش کرے۔ ایک عبوری انتظام کے تحت، جو 1922ء کے آئین کی ترمیم شدہ شکل ہوگی، مشرقی پاکستان کو چھ نکات کی بنیاد پر داخلی خودمختاری دے دی جائے گی اور مغربی پاکستان کے صوبوں کو وہ

www.bhutto.org

اختیارات دے دیئے جائیں گے جو 1922ء کے آئین کے تحت حاصل تھے لیکن صدر کی منظوری سے ان کو باہمی قابل قبول طریقہ کار کے تحت اپنی خودمختاری کی حد مقرر کرنے کی آزادی ہوگی۔ یہ پوری سکیم صدارتی فرمان کی شکل میں شائع ہوگی۔

یہ تجویز مجھے سناتے ہوئے صدر یحییٰ خان نے کہا کہ انہوں نے مجیب الرحمٰن پر یہ واضح کر دیا ہے کہ ان کی اس تجویز کو منظور کر لینے کا انحصار بنیادی طور پر میری رضامندی پر ہے۔ لیکن ان کے لئے یہ بات زیادہ قابل اطمینان ہوگی کہ مغربی پاکستان کے دوسرے لیڈر بھی اس پر اپنی رضامندی ظاہر کر دیں۔ صدر نے مجھے یہ بھی بتایا کہ ان کا ارادہ ہے کہ وہ لیڈروں سے ایک تحریر طلب کریں۔ جس میں اس تجویز پر ان کی رضامندی کا اظہار کیا گیا ہو۔ صدر نے کہا کہ اس قسم کے خطوط سے انہیں مجوزہ قدم اٹھانے کا مزید اختیار حاصل ہو جائے گا۔

یہ تجویز بڑے دوررس نتائج کی حامل تھی، لیکن مشرقی پاکستان کی صورت حال بھی تو ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی تھی جس کے آگے تباہی ہی تباہی تھی۔ اس وقت اس تجویز پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت تھی۔ جو اس تعطل کو دور کر سکے۔ میں نے ان کی تجاویز پر یحییٰ خاں سے ابتدائی بات چیت کی اور کہا کہ میں اچھی طرح غور کرنے اور اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد ان تجویزوں کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر کروں گا۔ میرے روانہ ہونے سے پہلے صدر نے مجھے بتایا کہ دوسرے دن صبح 11 بجے ایوان صدر میں شیخ مجیب الرحمٰن کو اور مجھے صدر سے ملنا ہے۔

یہ سکیم پر خطر تھی۔ میں کچھ ہی دیر پہلے ڈھاکہ پہنچا تھا اور صورتحال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ مجھے غور وفکر کے لئے کچھ وقت درکار تھا۔ ہوٹل واپس پہنچنے پر میں نے اپنے ساتھیوں کو دو کمیٹیوں کی تجویز سے آگاہ کیا۔ انہوں نے اس پر اپنے شکوک وشبہات کا

www.bhutto.org

اظہار کیا اور کہا کہ مجھے اس تجویز کو قبول نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس کے بطن سے دو پاکستان جنم لے سکتے ہیں۔ ان کے خیالات سن کر مجھے تسلی ہوئی۔ کیونکہ یہی خیالات میرے بھی تھے۔ ہم اس بات پر بھی متفق تھے کہ اس قسم کا اہم نتائج کا حامل کوئی سمجھوتہ نہ در پردہ ہوسکتا ہے اور نہ خطوط کے تبادلے سے اسے نومنتخب قومی اسمبلی کے سامنے رکھنا اور اس کی منظوری لینا ضروری ہوگا اور عوام کو اس سے پوری طرح باخبر رکھا جائے گا۔ دو یا دو سے زیادہ سیاسی لیڈر پوری اسمبلی کو جسے آئین اور قانون سازی کے اختیارات تفویض کئے گئے ہیں، نظر انداز نہیں کر سکتے۔

22 تاریخ کی صبح کو میں مقررہ وقت سے چند منٹ پہلے ایوان صدر پہنچا۔ مجیب الرحمٰن ٹھیک گیارہ بجے پہنچے۔ ہم ایک دوسرے سے ملے اور چند رسمی الفاظ کہے۔ اس کے بعد ہمیں صدر کے پاس لے جایا گیا۔ ایک بار پھر رسمی علیک سلیک ہوئی۔ ہوائی اڈے سے ہوٹل تک اور ہوٹل کے اندر جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے اس پر اظہار افسوس کیا اور کہا کہ انہوں نے لوگوں کے جذبات کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن چونکہ عوام میں بڑا جوش پھیلا ہوا ہے۔ لہٰذا ہر شخص پر قابو رکھنا مشکل ہے۔ میں نے جواب دیا کہ میں ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ میرا مقصد تو ایک اطمینان بخش تصفیہ کرنا ہے۔ باقی باتوں کی مجھے کوئی فکر نہیں۔ اس کے بعد مجیب الرحمٰن صدر سے مخاطب ہوئے اور ان سے پوچھا کہ کیا انہوں نے عوامی لیگ کی تجاویز کو قطعی طور پر منظور کر لیا ہے۔ صدر نے ان سے کہا کہ تجاویز پر میرا متفق ہونا بھی ضروری ہے اور اسی لئے میں بات چیت میں موجود ہوں۔ اس پر مجیب الرحمٰن نے کہا کہ تجاویز صدر کو دے دی گئی ہیں اور اب یہ صدر کا کام ہے کہ وہ مجھے ان پر رضامند کریں۔ مجیب الرحمٰن نے کہا کہ جب مسٹر بھٹو ان تجویزوں کو اصولی طور پر قبول کر لیں گے۔ تب ان سے باضابطہ بات چیت ہو

www.bhutto.org

سکتی ہے۔ ورنہ بات چیت غیر رسمی رہے گی اور وہ صدر سے رخصت ہونے کے بعد اخباری نمائندوں کو یہ بتائیں گے کہ ان کی صدر سے ملاقات ہوئی ہے اور مسٹر بھٹو بھی اتفاق سے موجود تھے۔ صدر نے کہا کہ یہ کچھ زیادہ اچھی بات نہیں ہوگی۔ لیکن مجیب الرحمٰن اپنی بات پر اڑے رہے۔ بات چیت کے دوران شیخ مجیب الرحمٰن خوش اخلاقی سے پیش آئے۔ لیکن کھنچے کھنچے رہے۔ صدر نے اس کشیدگی کے ختم کرنے کے لئے کافی اور ناشتہ لانے کا حکم دیا، کافی پیتے ہی عوامی لیگی لیڈر نے کہا کہ وہ جلدی میں ہیں۔ کیونکہ ان کے ایک ساتھی کا صبح سویرے انتقال ہو گیا۔ یہ کہہ کر وہ کھڑے ہو گئے اور صدر سے رخصت چاہی۔ میں انہیں ان کی کار تک چھوڑنے کے لئے ان کے ساتھ باہر آیا۔

باہر جاتے ہوئے جب ہم ملٹری سیکرٹری کے کمرے میں آئے تو شیخ مجیب الرحمٰن نے جنرل محمد عمر، جنرل اسحاق اور صدر کے ملٹری سیکرٹری سے جو کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے، کہا کہ وہ کمرے سے باہر چلے جائیں۔ کیونکہ وہ مجھ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے ان کے رویئے میں ان اچانک تبدیلی سے کچھ تعجب ہوا۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے برابر بٹھا لیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ صورت حال بہت نازک ہے اور انہیں اس پر قابو پانے کے لئے میری مدد کی ضرورت ہے۔ اس لمحہ یہ خیال کرتے ہوئے کہیں کمرے میں ہماری بات خفیہ طور پر سن نہ لی جائے، ہم برآمدے میں سے ہوتے ہوئے مکان کی پشت کی طرف چلے گئے اور صدر کے کمرے کے پیچھے پورٹیکو میں بیٹھ گئے۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے وہی بات دہرائی۔ جو انہوں نے ملٹری سیکرٹری کے کمرے میں کہی تھی۔ انہوں نے کہا کہ معاملات بہت آگے بڑھ چکے ہیں اور اب واپس آنا ممکن نہیں ہے۔ انہوں نے اس پر زور دیا کہ اب کوئی دوسرا راستہ نہیں رہا ہے اور میرے لئے بہتر یہی ہے کہ میں ان کی تجویز منظور کرلوں۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ اب وہ یہ سمجھ گئے ہیں

www.bhutto.org

کہ مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی ہی واحد قوت ہے اور مغربی پاکستان کے دوسرے سیاست دان ان کا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ انہوں نے خود ہی یہ انکشاف کیا کہ انہوں نے خان عبدالولی خان کے سوا جن کی پارٹی کم از کم ایک صوبے کی نمائندگی کرتی ہے، باقی سب کو جھڑک دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب انہیں یہ یقین ہو گیا ہے کہ ہم دونوں کا متفق ہو جانا نہایت ضروری ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں مغربی پاکستان میں جو چاہوں کروں اور وہ میری حمایت کریں گے۔ اس کے بدلے میں، میں مشرقی پاکستان سے بے تعلق ہو جاؤں اور عوامی لیگ کی تجویز پر عملدر آمد ہونے میں ان کی مدد کروں۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ میں مغربی پاکستان کا وزیر اعظم بن جاؤں اور وہ مشرقی پاکستان کے پورے ذمہ دار ہوں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ موجودہ بحران کا ہی ایک حل ہے۔ انہوں نے مجھے فوج سے ہوشیار کیا اور کہا کہ میں اس پر اعتماد نہ کروں۔ انہوں نے کہا اگر فوج نے پہلے انہیں ختم کر دیا تو وہ مجھے بھی ختم کر دے گی۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ مجھے فوج کے ہاتھوں ختم ہو جانا منظور ہے۔ لیکن تاریخ کے ہاتھوں نہیں۔ انہوں نے مجھ پر زور دیا کہ میں ان کی تجویز منظور کر لوں۔ اور دو کمیٹیوں کے قیام پر رضا مند ہو جاؤں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حالات میں قومی اسمبلی کا ایک واحد ادارے کی حیثیت سے اجلاس ہونا ناممکن ہے۔ اور اسے غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی ہو جانا چاہئے۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھ سے پھر ملنا چاہتے ہیں اور ہم دونوں کی خفیہ ملاقات کا انتظام کریں گے۔ دریں اثناء میں مسٹر غلام مصطفیٰ کھر سے کہوں کہ وہ ان سے رابطہ قائم رکھیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ دوسرے دن اپنا ایک آدمی بھیجیں گے تا کہ وہ مسٹر کھر کو ان کے گھر لے جائے۔

میں نے مجیب الرحمٰن کو بتایا کہ قومی اسمبلی کے التواء کی درخواست میں نے نیک نیتی سے کی تھی اور ان کا رد عمل بلا وجہ اس قدر تشدد آمیز تھا۔ اب چند دن ہی بعد وہ چاہتے ہیں

www.bhutto.org

کہ اسمبلی کا اجلاس بالکل ہی نہ ہو۔ صدر سے ان کی جو گفتگو وشنید ہوئی ہے اور مجھ سے جو باتیں ہوئی ہیں اس سے اس امر کی تصدیق ہو جاتی ہے کہ اسمبلی کے اجلاس سے پہلے صلاح ومشورہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ اسی وجہ سے میں اس بات پر زور دیتا رہا ہوں کہ دونوں اکثریتی پارٹیوں کے درمیان پہلے گفت وشنید ہونا چاہئے لیکن انہوں نے اس سلسلے میں ہماری ہر پیشکش کو ٹھکرا دیا ہے۔ میں نے کہا کہ گو انہوں نے ہمارے اس مطالبے کو کہ اسمبلی کا اجلاس ایک معقول مدت ے لئے ملتی کر دیا جائے۔ غلط سمجھا اور اسے غلط معنی پہنائے تاہم حالات نے ہمارے پہلے موقف کی صداقت کو ثابت کر دیا ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ یقیناً ان کی تجویز پر پوری توجہ سے غور کروں گا اور ایک منصفانہ تصفیئے پر پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ لیکن تجویز کی آخری شکل کچھ ہی کیوں نہ ہو، اسے قومی اسمبلی میں منظور ہونا چاہئے۔ اگر ضروری ہو تو ایک قرارداد کی شکل میں جس میں صدارتی فرمان جاری کرنے کی اجازت دی جائے۔ میں نے انہیں یہ بھی بتا دیا کہ میں ایسی تجویزوں کے سلسلے میں جو اسمبلی سے باہر پیش کی جائیں گی کوئی خط لکھ کر دینے کو تیار نہیں۔ میں ایک فرد کی حیثیت سے یا اپنی پارٹی کی طرف سے ایسی کوئی ذمہ داری قبول نہیں کر سکتا۔ جبکہ اسمبلی کے لئے عوام کے نمائندوں کا انتخاب عمل میں آ چکا ہے اور وہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے منتظر ہیں، جو بے شک ان کا حق ہے۔ مجیب الرحمٰن نے فوراً نکتہ پا لیا اور کہنے لگے۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں میں بھی کوئی خط نہیں دوں گا۔ لیکن پہلے آپ خط دینے سے انکار کریں۔ پھر میں آپ کی پیروی کروں گا۔"

مجیب الرحمٰن نے اسمبلی کے اجلاس کی چاہے وہ مختصر ہی کیوں نہ ہو، تجویز ٹھکرا دی۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کے تجویز کردہ انتظامات خواہ ان کی نوعیت کچھ ہی کیوں نہ ہو، اسمبلی کا

www.bhutto.org

پورے ملک کی قومی اسمبلی کی حیثیت سے اجلاس ہوئے بغیر ہی منظور ہو جائیں۔ ان خیالات کا اظہار کرنے کے بعد وہ جانے کے لئے کھڑے ہو گئے ۔ میں ان کو ان کی کار تک چھوڑنے گیا اور ہم نے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔ عوامی لیگ کے لیڈر سے یہ میری آخری ملاقات تھی۔

ایوان صدر سے رخصت ہونے کے بعد مجیب الرحمٰن نے اخباری نمائندوں کو بتایا کہ صدر سے ان کی ملاقات ہوئی اور میں بھی اتفاق سے اس وقت موجود تھا۔ انہوں نے اپنی مرضی سے مجھ سے علیحدگی میں جو بات چیت کی تھی، اس کا انہوں نے کوئی ذکر نہیں کیا۔ بعد میں، میں جب اپنے ہوٹل واپس آیا اور اخباری نامہ نگاروں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا شیخ مجیب الرحمٰن سے علیحدگی میں میری کوئی بات چیت ہوئی ہے تو میں نے جواب دیا کہ مجیب الرحمٰن نے ایوان صدر سے جا کر اخباری نمائندوں کو جو تاثر دیا ہے میں اس کی تردید کرنی نہیں چاہتا۔

شیخ مجیب الرحمٰن کو خدا حافظ کہہ کر میں صدر یحییٰ خان کے پاس واپس گیا جو اپنے کمرے سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ جب صدر نے ہماری ملاقات پر جسے انہوں نے ”تم دونوں کے درمیان ہنی مون“ کہا، اپنی حیرانگی کا اظہار کیا تو میں نے جواب دیا کہ اس قسم کی گفتگو سیاست کا جزو ہے۔ میں نے صدر کو اس گفتگو کا خلاصہ بتایا لیکن صرف وہ باتیں بتائیں جن کا موجود بحران سے تعلق تھا اور ان باتوں کو حذف کر دیا جو راز داری میں کہی گئی تھیں۔ میں نے صدر کو عوامی لیگ کے لیڈر کی تجویز کے بارے میں اپنی سوچی سمجھی رائے سے بھی آگاہ کر دیا۔

میں نے صدر یحییٰ خان کو بتا دیا کہ میں اس مجوزہ سکیم میں شریک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا لازمی مطلب دو پاکستان ہیں۔ اس سکیم پر مجھے سب سے بڑا اعتراض یہی تھا لیکن

www.bhutto.org

اس میں کچھ سنگین خامیاں اور بھی تھیں۔ ایک بات یہ تھی کہ عبوری دور میں مغربی بازو کے صوبوں کے لئے داخلی خودمختاری کا پیمانہ مختلف تھا۔ جو نہ صرف ناقابل قبول تھا بلکہ قومی اسمبلی کی منظوری کے بغیر اس پر عمل مشکل تھا۔ مزید یہ کہ مارشل لاء اس وقت پاکستان میں قانون کا سرچشمہ تھا اور صدر کو جو اختیارات حاصل تھے وہ اس کی بنیاد پر تھے، مارشل لاء ہٹائے جانے کا فرمان جاری ہونے کے بعد صدر اور مرکزی حکومت کو کوئی قانونی اختیار و قوت حاصل نہ رہتی۔ ایسی صورت میں قومی سطح پر اقتدار کے نئے سرچشمے کی حیثیت سے قومی اسمبلی کے قیام کے بغیر ایک خلاء پیدا ہو جاتا۔ اگر اس قسم کے قومی سرچشمے کے بغیر صوبوں کو اختیارات سونپ دیئے جاتے، جیسا کہ تجویز کیا گیا تھا تو ہر صوبہ عملاً اور قانوناً خودمختارانہ حیثیت کا مالک بن سکتا تھا۔ یہ نہ صرف ایک قانون بلکہ عملی مسئلہ تھا۔ شیخ مجیب الرحمٰن کا مقصد عملاً اور قانوناً مشرقی پاکستان کو اپنے قبضہ میں لینا تھا۔ اور ایسی حالت میں مشرقی پاکستان کو علیحدہ ہونے سے کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ اس صورت میں مغربی بازو کے صوبے بھی اپنی آزادی کا اعلان کر سکتے تھے۔ دو کمیٹیوں کے الگ الگ اجلاس ہونے سے دونوں بازوؤں کے درمیان بغض اور بڑھ جاتا۔ دو حصوں میں بٹی ہوئی قومی اسمبلی جس کے ایک واحد ادارے کی حیثیت سے اجلاس ہونے کی کوئی امید نہ ہوتی، اس دوری کو نہیں روک سکتی تھی۔ ان ہی وجہ کی بناء پر میں نے اس تجویز کو اس کی موجودہ شکل میں قبول کرنے سے اپنی مجبوری ظاہر کر دی۔

تاہم پاکستان کی سالمیت کو محفوظ رکھنے کے لئے کوئی مفاہمت ہونا اشد ضروری تھا اس لئے میں نے کہا کہ ہم ایک عبوری انتظام کے لئے گفت و شنید کے ذریعہ کوئی تصفیہ قبول کرنے کو تیار ہیں، جو صدارتی فرمان کے ذریعے نافذ ہوں لیکن صرف اس صورت میں کہ قومی اسمبلی اس کی منظوری اور اجازت دے۔ ہم اسے بھی ضروری سمجھتے تھے کہ قومی

www.bhutto.org

اسمبلی کا پہلے ایک واحد ادارے کی حیثیت سے اجلاس ہوا اور وہ مرکز کے اختیارات اور وہ طریقہ کار طے کرے جس کے مطابق وہ بعد میں اپنی کارروائی پھر سے شروع کر سکے۔ یہ طے ہو جانے کے بعد کہ مرکز کے پاس کیا کیا امور رہیں گے، دونوں کمیٹیاں صرف اُن ہی معاملات سے واسطہ رکھنے پر مجبور ہوں گی، جو اس قومی دائرے کے تحت آتے ہوں۔ اگر دونوں کمیٹیوں کے شروع ہی سے الگ الگ اجلاس ہوئے تو پھر اس قسم کی کوئی پابندی عائد نہیں ہوگی۔

میں نے صدر سے کہا کہ وہ اپنے اختیارات اور اثر سے کام لیکر مجیب الرحمٰن کو اس قسم کا کوئی سمجھوتہ کرنے پر مجبور کریں۔ اسمبلی کا اجلاس چند دن کے اندر بلایا جا سکتا ہے اور یہ تمام معاملات ایک ہفتہ کے اندر طے ہو سکتے ہیں۔ یقیناً مجیب الرحمٰن سے یہ توقع کرنا غیر معقول بات نہیں تھی کہ وہ کوئی ایسی مناسب مفاہمت کرلیں گے جس سے قومی اتحاد بھی قائم رہے اور ان کے مطالبات بھی پورے ہو جائیں۔ صدر نے مجھ سے درخواست کی کہ میں ساڑھے چار بجے سہ پہر ان کے ماہروں سے ان تمام باتوں پر تفصیل سے بحث کروں، چنانچہ میں اپنے آئینی اور سیاسی مشیروں کے ہمراہ صدر کے مشیروں سے ملا۔ اس میٹنگ میں ہم نے عوامی لیگ کی تجویز کے مضمرات پر تفصیل سے بحث کی، اور سمجھوتے کی نوعیت کے بارے میں اپنے خیالات کا اعادہ کیا۔

23 مارچ کو صدر یحییٰ خان مغربی پاکستان کے دوسرے لیڈروں سے ملے۔ مجھے بتایا گیا کہ ان ملاقاتوں میں صدر نے اور باتوں کے علاوہ انہیں صدارتی فرمان کی اجازت دینے اور وفاقی امور کا فیصلہ کرنے کے لئے قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے کی ضرورت کے بارے میں میرے خیالات سے آگاہ کیا۔ بعد میں مجھے بتایا گیا کہ بلوچستان کے ایک لیڈر نے کہا کہ اگر دو کمیٹیاں ہو سکتی ہیں تو پانچ کمیٹیاں کیوں نہیں ہو

www.bhutto.org

سکتیں؟ بہر حال ان سب نے میرے اعتراضات کو تسلیم کیا اور قومی اسمبلی کا اجلاس ہوئے بغیر کسی مستقل تصفیئے کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اسی رویہ کا اظہار انہوں نے اس وقت بھی کیا جب 23 مارچ کو میں نے مسٹر محمود علی قصوری اور اپنے دوسرے ساتھیوں کو ان کے پاس بھیجا تا کہ مجوزہ تجویز کے بارے میں اپنے فیصلے سے انہیں آگاہ کر دیں۔

23 اور 24 مارچ کو عوامی لیگ کے لیڈروں اور صدر کے مشیروں کے درمیان طویل مذاکرات ہوئے۔ ان مذاکرات میں عوامی لیگ نے اپنی اصل تجویز میں ترمیم کر دی۔ اب انہوں نے دو کمیٹیوں کے بجائے دو آئینی کنونشنوں کا مطالبہ کر دیا۔ وہ چاہتے تھے کہ یہ آئینی کنونشن محض تجاویز پر مشتمل رپورٹیں پیش کرنے کے بجائے قومی اسمبلی کے سامنے دو آئین پیش کریں۔ بعد میں قومی اسمبلی "پاکستان کے ایک کنفیڈریشن" کے لئے ان دونوں آئینوں کو مربوط کرنے کے لئے اپنا اجلاس کرے۔ عوامی لیگ کی طرف سے پاکستان کو ایک کنفیڈریشن بنانے کی یہ پہلی باضابطہ تجویز تھی۔ نئی سکیم میں مرکزی حکومت کو ہنگامی حالات تک میں صوبوں پر کوئی کنٹرول یا اختیارات نہیں دیئے گئے تھے، درحقیقت وہ ایک علیحدہ ملک چاہتے تھے۔ 24 تاریخ کو عوامی لیگ کے جنرل سیکرٹری، مسٹر تاج الدین نے ایک اخباری بیان جاری کیا۔ جس میں انہوں نے کہا کہ عوامی لیگ نے صدر یحییٰ خان کو اپنے آخری موقف سے آگاہ کر دیا ہے اور اب گفت وشنید کے لئے کچھ نہیں رہ گیا۔

23 مارچ کو یوم پاکستان تھا۔ اکتیس سال قبل اسی دن قرارداد لاہور منظور کی گئی تھی، جس میں برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن اور پاکستان کی آزاد اور خودمختار مملکت کا باضابطہ مطالبہ کیا گیا تھا۔ اکتیس (31) سال بعد ہم اس خواب کو پامال ہوتے اور اس پر جو عمارت تعمیر ہوئی تھی، اسے تباہ ہوتے دیکھنے والے تھے۔ اس قومی دن جوش و

www.bhutto.org

خروش کے بجائے ہم نے پاکستانیوں کی پاکستانیوں سے نفرت کا مظاہرہ دیکھا۔ قومی انبساط کی جگہ شدید کشیدگی تھی۔ سب سے بڑھ کر تکلیف دہ بات یہ تھی کہ اس دن قومی پرچم کو ہر گھر پر لہراتے دیکھنے کے بجائے ہم نے پہلی بار بنگلہ دیش کا نیا جھنڈا ہر طرف نصب دیکھا۔ سرکاری عمارتوں پر بھی اور پبلک اداروں پر بھی۔ اس دن ہم نے ملیشیا اور دوسرے بنگالی نوجوانوں کو پاکستان کی طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے سڑکوں پر پریڈ کرتے نہیں دیکھا۔ بلکہ یہ دیکھا کہ مقامی نوجوان اور نو تنظیم ملیشیا بنگلہ دیش کے سپاہیوں کی حیثیت سے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے ہتھیار لے کر گشت کر رہے ہیں۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنی قیام گاہ پر خود بنگلہ دیش کا جھنڈا لہرایا۔

ہم میں سے اُن لوگوں کے لئے جو نوجوانی کے زمانے ہی سے پاکستان کے تصور سے والہانہ وابستگی رکھتے تھے، اور جنہوں نے ملک میں اور بیرون ملک ہر جگہ پاکستان کے لئے پوری تندہی سے کام کیا۔ یہ منظر بہت ہی اذیت ناک تھا۔ حالات واقعی اتنی تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے کہ وقت ان کا ساتھ نہیں دے سکتا تھا۔ فیصلے کرنے ہی تھے۔ ادھر یا ادھر۔ ہم ایک چوٹی کے کنارے پر تھے، جس کے آگے ایک گہری کھائی تھی۔ ہمیں یا تو پیچھے ہٹنا تھا یا آگے قدم بڑھا کر عمیق غار میں گر جانا تھا۔ یہ حقیقت کا لمحہ تھا، حساب کا لمحہ۔ یہ احساس بڑا مرعوب کن تھا کہ ملک کا مستقبل تین ہم وطنوں کے ہاتھ میں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے مجھے ان تین میں سے ایک بنا دیا ہے۔

24 تاریخ کی صبح کو میں نے صدر یحییٰ خان سے پھر ملاقات کی۔ میں ان کے پرنسپل سٹاف آفیسر لیفٹیننٹ جنرل پیرزادہ سے بھی ملا۔ میں نے ان سے کہا کہ اب ایسا لگتا ہے جیسے تصفیئے کا وقت نکلا جا رہا ہے، اور بلا تاخیر کوئی فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ میں نے صدر کو بتایا کہ میں نے اپنے کچھ ساتھیوں کو واپس بھیج دیا ہے کیونکہ اس نازک لمحہ میں ان

www.bhutto.org

کی موجودگی مغربی پاکستان میں زیادہ ضروری ہے۔ یوں تو مجیب الرحمٰن کی ہٹ دھرمی اور کٹر رویئے کی وجہ سے میرے باقی ساتھیوں کے بھی ڈھاکہ میں رہنے سے کوئی فائدہ نہ تھا، لیکن چونکہ مسٹر غلام مصطفیٰ کھر کے پاس ان کا ایک فرستادہ آیا تھا اور یہ کہہ گیا تھا کہ اسی رات مسٹر کھر کو شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کے لئے لے جایا جائے گا۔ اس لئے ہم نے ڈھاکہ میں ٹھہر جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

24 تاریخ کے رات کو مسٹر کھر نے مجیب الرحمٰن سے ملاقات کی اور ان کو پریشان پایا۔ انہوں نے مسٹر کھر کو بتایا کہ چاٹگام میں بڑی گڑبڑ ہوئی ہے اور بعض فوجی افسر قابو سے باہر ہوئے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ اب نازک لمحہ آچکا ہے۔ اس لئے مجھے ان کی تجویز قبول کر لینی چاہئے۔ مسٹر کھر نے کہا کہ وہ یہ بات مجھ تک پہنچا دیں گے، لیکن انہیں یقین ہے کہ میں تقسیم پاکستان کی تجویز قبول نہیں کرونگا۔ مسٹر کھر کے روانہ ہونے سے پہلے مجیب الرحمٰن نے کہا کہ وہ ان سے رابطہ قائم رکھیں گے۔ اور پھر ملاقات کے لئے 25 تاریخ کی رات کو کسی کو انہیں لینے کیلئے بھیجیں گے۔

25 تاریخ کی صبح کو مسٹر تاج الدین کے الٹی میٹم اور تازہ صورت حال پر تبادلہ خیال کرنے کے لئے میں اپنی پارٹی کے سیکرٹری جنرل مسٹر جے اے رحیم اور مسٹر کھر کے ہمراہ صدر یحییٰ خان اور لیفٹیننٹ جنرل پیرزادہ سے ملا۔ 25 تاریخ کو تیسرے پہر صدر کے مشیروں نے ہمارے مشیروں کو عوامی لیگ کی آخری تجویزوں سے آگاہ کیا۔

شیخ مجیب الرحمٰن کا ایلچی رات کو کوئی آٹھ بجے مسٹر کھر کو لینے آیا چونکہ کوئی بات رونما نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے مسٹر کھر نے بتایا کہ چونکہ انہیں مجیب الرحمٰن کو کوئی نئی بات تو بتانا نہیں ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ یہ ملاقات ملتوی کر دی جائے۔ مسٹر کھر نے مزید کہا کہ 26 تاریخ کی صبح کو کراچی روانہ ہونے سے پہلے ہم شاید صدر سے پھر ملیں اور اگر کوئی اہم

www.bhutto.org

بات رونما ہوئی تو ہم ٹھہر جائیں گے اور وہ شام کو عوامی لیگ کے لیڈر سے ملاقات کریں گے۔ لیکن اس شخص نے بتایا کہ صدر تو شام کے سات بجے ڈھاکہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ ہم نے ایوان صدر ٹیلی فون کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ یہ بات صحیح ہے، لیکن کوئی تصدیق نہ ہو سکی۔

اس شام شیخ مجیب الرحمٰن نے ایک بیان جاری کیا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ چاٹگام اور دوسرے مقامات پر فوج کی کارروائی کے خلاف احتجاج کے طور پر 27 مارچ کو عام ہڑتال کی جائے۔ مجھے یاد ہے کہ اس موقع پر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ اس فضاء میں ایسا اعلان تعجب انگیز طور پر بہت چھوٹی بات ہے۔ یا یہ کہیں سوچ سمجھ کر قصداً تو ایسا نہیں کیا گیا؟

رات کو کوئی ساڑھے دس بجے کھانا کھا کر ہم اپنے کمروں میں چلے گئے۔ ایک گھنٹہ بعد گولیاں چلنے کی آواز نے ہمیں جگا دیا۔ میرے کئی دوست میرے کمرے میں آ گئے اور ہم نے فوج کو کارروائی کرتے دیکھا۔ ہم اپنے ہوٹل کے کمرے سے کوئی تین گھنٹے تک فوجی کارروائی کا مشاہدہ کرتے رہے۔ بہت سی جگہوں پر آگ لگی تھی۔ ہم نے اخبار ''دی پیپل'' کے دفتر کو تباہ ہوتے دیکھے۔ اس مقامی انگریزی روزنامے نے فوج اور مغربی پاکستان کے خلاف شدید اشتعال پھیلایا اور گھٹیا حملے کئے تھے۔ شعلوں سے آسمان سرخ تھا اور میرے خیالات ماضی اور مستقبل میں کھو گئے تھے، میں سوچ رہا تھا کہ دیکھئے مستقبل ہمارے لئے کیا لاتا ہے۔ میری آنکھوں کے سامنے ہمارے اپنے لوگوں کی تباہی اور بربادی کا منظر تھا۔ اس وقت یکسوئی سے کچھ سوچنا ممکن تھا۔ طرح طرح کے خیالات میرے ذہن میں آ رہے تھے۔ کیا ہم اس منزل پر پہنچ گئے ہیں، جہاں سے واپسی ممکن نہیں ؟ یا وقت کا مرہم ان زخموں کو مندمل کر دے گا اور پاکستان کی تاریخ کا ایک نیا باب شروع

www.bhutto.org

ہوگا؟ کاش مجھے اس کا جواب معلوم ہوتا۔

26 تاریخ کو صبح 8 بجے کرنل سعید ہمیں ہوائی اڈے لے جانے کے لئے آئے۔ جب ہم ہوٹل کی لابی سے نکل رہے تھے تو غیر ملکی اخباری نمائندوں نے ہمیں گھیر لیا، اور مجھ سے بہت سے سوال کر ڈالے۔ میں نے ان کا جواب دینے سے انکار کر دیا۔ ہوائی اڈے جاتے ہوئے راستے میں کرنل سعید نے مجھے بتایا کہ مجیب الرحمٰن کو رات ڈیڑھ بجے ان کی قیام گاہ سے گرفتار کر لیا گیا ہے اور فی الحال انہیں کنٹونمنٹ میں ایک سکول میں رکھا گیا ہے۔ میں نے کرنل سعید سے کہا کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے کچھ بھی کیا ہو، بہر حال وہ عوام کے لیڈر ہیں اور عزت و احترام کے مستحق ہیں۔ یہ ظاہر داری کی بات نہ تھی، میں نے جو کچھ کہا تھا پورے خلوص سے کہا تھا۔ کرنل سعید نے مجھے یقین دلایا کہ عوامی لیگ کے لیڈر کا پورا خیال رکھا جائے گا اور جس عزت کے مستحق ہیں، وہ دی جائے گی۔ ہوائی اڈے کو جاتے ہوئے ہم نے دیکھا کہ مکانوں کی چھتوں پر سے بنگلہ دیش کے جھنڈے اتارے جا رہے تھے۔ ہم نے سڑکوں پر بھی رکاوٹیں کھڑی دیکھیں۔ ڈھاکہ سے روانہ ہوتے وقت مجھے پھر مستقبل کی فکر ستانے لگی۔ میں نے دعا مانگی کہ حالات کا یہ نیا رخ ایک طویل باہمی جھگڑے کی شکل اختیار نہ کر لے۔ مجھے یہ امید تھی کہ ہمارے عوام کا جذبہ حب الوطنی پھر پوری طاقت سے ابھر کر آئے گا اور فسطائیت کا ڈراؤنا خواب ختم ہو جائے گا۔

کراچی واپسی

مغربی پاکستان میں ہماری سلامتی کے بارے میں تشویش تھی۔ شام کو ساڑھے چھ بجے ہم کراچی پہنچے تو ہوائی اڈے پر ایک پر جوش ہجوم نے ہمارا استقبال کیا اور زور

www.bhutto.org

دیا کہ میں کوئی نئی تقریر کروں۔ میں تقریروں کے موڈ میں نہیں تھا۔ تاہم میں نے کہا۔

''خدا کے فضل سے پاکستان بچ گیا۔''

اپنے دل میں، میں یہ دعا مانگ رہا تھا، اور آرزو کر رہا تھا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ سچ ہو۔ یہ تو مستقبل بتائے گا کہ پاکستان رہا یا گیا، لیکن اتنا یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ اگر حکومت 25 تاریخ کی رات کو کارروائی نہ کرتی، تو دوسرے دن عوامی لیگ بنگلہ دیش کی آزادی کا اعلان کر دیتی۔ اس کی پوری تیاری تھی۔ ان کو مسلح تیاریاں، ان کی فوجوں کا اجتماع اور سڑکوں پر رکاوٹیں، اس کا واضح ثبوت تھیں، 27 تاریخ کو عام ہڑتال کا اعلان محض حکومت کو دھوکے میں رکھنے کے لئے کیا گیا تھا۔ ارادہ یہ تھا کہ 26 مارچ کو نماز جمعہ کے بعد بنگلہ دیش کی آزادی کا اعلان کر دیا جائے گا۔

26 تاریخ کی شام کو صدر نے قوم سے خطاب کیا۔ انہوں نے ہمارے ملک کے سراسیمہ عوام کو بتایا کہ عوامی لیگ کو غیر قانونی جماعت قرار دے دیا گیا ہے اور جب تک حالات قابو میں نہیں آئیں گے، مارشل لاء سخت کر دی جائے گا۔ صدر نے کہا کہ شیخ مجیب الرحمٰن کی مشرقی پاکستان میں کارروائی غداری تھی۔ انہوں نے عوامی لیگ کے لیڈر اور ان کی پارٹی کو پاکستان کا دشمن قرار دیا۔ جو مشرقی پاکستان کو ملک سے بالکل الگ کر دینا چاہتے تھے اور کہا کہ انہوں نے جو جرم کئے، ان کی انہیں ضرور سزا ملے گی۔ صدر نے لوگوں کو یقین دلایا کہ جونہی حالات اجازت دیں گے، وہ جمہوریت بحال کر دیں گے۔

26 مارچ سے پاکستان میں سیاسی سرگرمیاں کافی حد تک محدود کر دی گئی ہیں۔ زبردست سنسر شپ لگا دیا گیا ہے، اور عام جلسوں پر پابندی ہے۔ اطلاع ہے کہ مشرقی پاکستان کی صورت حال بتدریج فوج کے قابو میں آتی جا رہی ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے صورتحال کا قابو میں آنا عارضی ہو۔ خصوصاً اگر ایک عرصہ تک اصلاحات کے بجائے قوت

www.bhutto.org

کو آلہ کار بنائے رکھا گیا۔

دنیا اور ہمارا بحران

ہمارے بحران میں بیرونی طاقتوں کا رویہ، اگر غیر دوستانہ نہیں تو مایوس کن ضرور ہے۔ اس قدر واضح معاملے میں کہ ایک قوم اپنی بقاء کے لئے جدوجہد کر رہی ہے۔ عالمی رائے عامہ کو بین طور پر پاکستان کے حق میں ہونا چاہئے تھا۔ ایک ملک قومی سالمیت کو برقرار رکھنے کا اپنا بنیادی فرض ادا کر رہا تھا۔ پاکستان مشرقی بنگال کے لوگوں پر تھوپا نہیں گیا تھا۔ تمام صوبوں نے جو مملکت پاکستان میں شامل ہیں۔ اپنی مرضی سے ایک آزاد مملکت بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر لوگوں کی مرضی نہ ہوتی، اور وہ اس کا اتنا مصمم ارادہ نہ کر لیتے اور اس کے لئے اتنی قربانیاں نہ دیتے تو پاکستان کی مملکت کبھی وجود میں نہ آتی۔ اس کے علاوہ پاکستان تیس سال سے قائم ہے، اور ماضی میں قوم کی حماقتوں کے باوجود بہت کچھ سرد وگرم جھیل چکا ہے۔ پاکستان نے ہندوستان کی سازشوں کا مقابلہ کیا ہے اور دو مرتبہ اس کے فوجی حملوں کا منہ توڑ جواب دیکر انہیں ناکام بنایا ہے۔ یہ سب سے بڑی اسلامی مملکت اور قوموں کی برادری میں پانچویں سب سے بڑی قوم ہے۔ کیا پاکستان کو زندہ رہنے کے لئے کسی اور سند کی ضرورت ہے؟

ہندوستان کے سوا، پاکستان کے بیرونی دنیا سے تعلقات بڑی حد تک خوشگوار ہیں۔ پاکستان نے اسلامی دنیا کی بڑی خدمت کی ہے اور ہر معاملے میں عربوں کا ساتھ دیا ہے۔ افریقہ، ایشیا اور لاطینی امریکہ سے پاکستان کے تعلقات دوستانہ ہیں، اس نے اقوام متحدہ کے منشور کی پوری پابندی کی ہے اور وہ برطانوی دولت مشترکہ کا رکن ہے۔ 1960ء سے پاکستان نے روس اور مشرقی یورپ کے ملکوں سے اپنے تعلقات بہتر بنانے کی مسلسل کوشش کی ہے اور 1962ء کی ہندوچین جنگ کے بعد سے عوامی جمہوریہ

www.bhutto.org

چین سے سودمند تعلقات استوار کئے ہیں۔

بین الاقوامی تعلقات کے معاملے میں اپنے اچھے ریکارڈ کے باجود چین کے سوا بیشتر ملکوں کا رویہ ہمارے بحران کے زمانے میں متضاد اور متلون رہا ہے۔ پاکستان کسی اور ملک کے خلاف اپنی حمایت کا طالب نہیں ہے۔ کسی دوسرے ملک کے خلاف پاکستان کے حق میں موقف اختیار کرنے کا بھی کوئی سوال نہیں ہے۔ کسی ملک سے یہ نہیں کہا گیا ہے کہ وہ کسی دوسرے ملک سے اپنے تعلقات خراب کر کے پاکستان کی حمایت کرے۔ اس لئے بیرونی طاقتوں کو بین الاقوامی قانون کے اس مسلمہ اصول کی حمایت کا اظہار کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرنی چاہئے تھی کہ ملکوں کو ایک دوسرے کے اندرونی معاملات مں مداخلت نہیں کرنا چاہئے۔

برطانوی اور امرکی خباروں کا رویہ ایسا تھا کہ اگر کچھ نہ بھی کہا جائے تو اسے قابل ملامت ضرورت ٹھہرایا جائے گا۔ عام طور پر مغربی اخبارات نے بڑی بے شرمی کے ساتھ علیحدگی پسندوں کی تحریک کی حمایت کی۔ مشرقی پاکستان میں بحران کے زمانے میں بہت سے غیر ملکی صحافیوں نے صحافیانہ جانبداری اور جستجو تک کی تمام حدوں کو پار کر کے بنگلہ دیش کے جھنڈے تقسیم کئے اور علیحدگی پسندوں کی حوصلہ افزائی کی۔

روس نے ہندوستان کی ترغیب پر پاکستان کو ایک سفارتی مراسلہ بھیجا۔ جس میں اسے مشرقی پاکستان کے بحران کا ایک سیاسی حل اختیار کرنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی گئی۔ ایسا کرتے ہوئے روس نے خود اپنی تاریخ کو فراموش کر دیا۔ وہ اپنی بقاء کے لئے اپنی سرحدوں سے بھی پرے ہنگری اور چیکوسلواکیہ میں اپنی فوجی مداخلتوں کو بھول گیا اور حکومت پاکستان سے فرمائش کی کہ وہ ایک ایسے مسئلہ کو جو پاکستان کے لوگوں کا اپنا معاملہ ہے، ایک خاص طریقے سے حل کرے۔ برطانیہ نے بھی اسی طرح جانبداری کا مظاہرہ

www.bhutto.org

کیا۔ برطانیہ کی ہمدردی کا اظہار اس معمولی، لیکن اہم واقعہ ہوا کہ اسلام آباد، کراچی اور لاہور میں برطانوی ہائی کمشنر نے یہ جانتے ہوئے کہ بحران ابھی نہیں ہوا ہے۔ 21 اپریل کو ملکہ کی سالگرہ منانے کے لئے ایک استقبالیہ کے دعوت نامے جاری کئے اور پھر بعد میں انہیں مشرقی پاکستان کی صورتحال کے باعث منسوخ کر دیا۔ علیحدگی پسندوں کے ساتھ برطانیہ کی ہمدردی ظاہر کرنے کا یہ عجیب وغریب طریقہ تھا۔ اگر پاکستان شمالی آئر لینڈ میں خون خرابے کے باعث لندن میں کوئی تقریب منسوخ کر دے تو برطانیہ کا ردعمل کیا ہوگا؟ علیحدگی پسندوں سے بیرونی ہمدردی کی یہ چند مثالیں ہیں۔ بہت سے مغربی ملکوں نے کئی خفیہ طریقوں سے علیحدگی پسندوں کے حق میں پاکستان کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کی ہے۔ صرف چین نے جو پاکستان کا عظیم پڑوسی دوست ہے، جرأت مندی کے ساتھ پاکستان کی حمایت کی ہے۔ وہ ایک قدم اور آگے بڑھا۔ صدر پاکستان کے نام ایک خط میں چین کے وزیر اعظم نے پاکستان کے لوگوں کو یہ یقین دلایا کہ اگر ہندوستان نے جارحانہ کارروائی کی تو چین پاکستان کا پورا پورا ساتھ دے گا۔

ہندوستان کا معاندانہ رویہ گو متوقع تھا۔ لیکن انتہائی نامناسب تھا۔ اس نے علیحدگی پسندوں کے حق میں علی الاعلان مداخلت کی اور کھل کر ان قوتوں کی حمایت کی جو پاکستان کو تباہ کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔ ہندوستان کی وزیر اعظم نے لوک سبھا میں علیحدگی پسندوں کی حمایت میں بڑے لچھے دار تقریر کی اور کہا کہ مشرقی پاکستان کا مسئلہ پاکستان کا اندرونی مسئلہ نہیں ہے۔ پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے اتفاق رائے سے ایک قرارداد منظور کی، جس میں علیحدگی پسندوں کی امنگوں کی حمایت کی گئی تھی۔ ہندوستانی مداخلت کاروں کو مشرقی پاکستان بھیجنے کے لئے مغربی بنگال کو ایک اڈہ بنا دیا گیا۔ یہ باغیوں کی پناہ گاہ بھی بن گئی۔ ہندوستان کی بارڈر سیکیورٹی فورس کے آدمیوں کو سادہ کپڑوں میں مشرقی پاکستان

www.bhutto.org

بھیجا گیا اور بڑی مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود باغیوں کو مہیا کیا گیا۔ ہندوستانی فوجوں نے سرحدوں پر خاص طور پر کھلنا، سلہٹ اور جیسور میں باغیوں کی عملاً حمایت کی ہے۔ ہندوستانی بحریہ نے پاکستان کے تجارتی جہازوں کو پریشان کیا اور خلیج بنگال کی ناکہ بندی تک کرنے کی کوشش کی۔ علیحدگی پسندوں کے لئے سارے ہندوستان میں چندے جمع کئے جا رہے ہیں اور ریاستی مجالس قانون ساز علیحدگی پسندوں کے حق میں رائے عامہ کو ابھار رہی ہے۔

ہندوستان کی کارروائیوں کو یہ کہہ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ یہ ایک آزاد بنگلہ دیش کی حمایت کا بے ساختہ مظاہرہ تھا۔ یہ سازش اتنی ہی پرانی ہے جتنی تقسیم، اور اگرتلہ سازش کیس کے بعد سے اس میں خاصی تیزی آ گئی ہے۔ پاکستان کو تباہ کرنے کے لئے پہلے قدم کے طور پر ہندوستان شروع ہی سے مشرقی بنگال پر اپنی للچائی ہوئی نظریں ڈال رہا ہے۔ آنجہانی وزیراعظم جواہر لال نہرو نے مشرقی بنگال کے ساتھ باقی پاکستان سے مختلف برتاؤ کرنے کی پالیسی خود مرتب کی تھی۔ اس مختلف برتاؤ کا ایک سبب مشرقی بنگال کی ایک کروڑ سے زیادہ ہندو آبادی اور مشرقی بنگال اور مغربی بنگالی کے درمیان نسلی رشتے تھے۔ تقسیم کے بعد جب ہندوستان نے ایک پالیسی کے طور پر تارکین وطن کے قوانین نافذ کئے تو مشرقی پاکستان پر ان کا اطلاق نہیں کیا گیا۔ ہندوستان نے مشرقی اور مغربی بنگال کے درمیان سرحدی تجارت کی حوصلہ افزائی کی، اور مشرقی بنگال اور ہندوستان کے درمیان آمد و رفت کے لئے ویزا اور پرمٹ کے سخت ضابطوں پر بھی عمل نہیں کیا۔ اگر مغربی بنگال میں کمیونسٹوں کا اثر نہ بڑھتا اور نکسل باڑی تحریک اور ناگاؤں اور میزوں کے مسئلہ نہ ہوتے تو ہندوستان مشرقی پاکستان کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے اور بھی زیادہ بڑی چالیں چلتا۔ تاہم اس نے کبھی بھی تحمل سے کام نہیں لیا۔

www.bhutto.org

عظیم المیہ

عام انتخابات میں عوامی لیگ کی کامیابی کے بعد ہندوستان کی وزیر اعظم نے فوری عام انتخابات کا اعلان کر دیا تا کہ ان کے ہاتھ مضبوط ہو جائیں اور وہ مشرقی بنگال میں بغاوت کی مدد کر سکیں۔ ہندوستان میں انتخابات کے دوران مغربی بنگال میں پولنگ کے وقت امن و امان برقرار رکھنے کے بہانے سے ایک لاکھ بیس ہزار ہندوستانی فوج مغربی بنگال میں سرحد پر جمع کر دی گئی۔ پاکستان کو اب جس بحران کا سامنا ہے، یہ کارروائی اسی کی توقع میں کی گئی تھی۔ 30 جنوری 1971ء کو ایک ہندوستانی ہوائی جہاز کو جو جموں سے پرواز کر رہا تھا، اغوا کر کے لاہور پہنچا دیا گیا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کے دونوں بازوؤں کے درمیان پروازوں کو معطل کرنے کے لئے عمداً ایسا کیا گیا تھا۔

ہندوستان نے عوامی لیگ اور اُس کے لیڈروں سے جو زبردست گٹھ جوڑ کیا تھا۔ وہ اس بحران سے کھل کر سامنے آ گیا۔ غیر ملکوں میں ہندوستانی سفارت خانوں نے بنگلہ دیش کے معاملے کو ایسا اچھالا جیسے یہ ان کا اپنا معاملہ ہو۔ آل انڈیا ریڈیو بنگلہ دیش کی حمایت میں مسلسل جھوٹ اڑا رہا ہے۔ بہت سے علیحدگی پسندوں نے کلکتہ میں پناہ لے لی ہے، اور مغربی بنگال اور ہندوستان کی حکومت ان کی مدد کر رہی ہے۔ ہندوستان نے بنگلہ دیش کے نام پر نشریات کے لئے دریائے ہگلی میں ایک ریڈیو سٹیشن بھی قائم کر دیا۔ اگر چین نے ایسا دوٹوک رویہ اختیار نہ کیا ہوتا اور مغربی بنگال اور آسام میں ہندوستان کو مشکل کا سامنا نہ ہوتا تو ہندوستان اب تک مشرقی پاکستان پر بھرپور حملہ کر چکا ہوتا۔

ایران اور ترکی جیسے دوست ملکوں اور مشرق وسطیٰ، ایشیا اور افریقہ کے چند دوسرے ملکوں کے سوا ایک ایسے معاملے میں جو پاکستان کا خالصتاً اپنا معاملہ ہے، بین الاقوامی رویہ مایوس کن رہا ہے۔ یہ صورت حال 1965ء کی صورت حال کے برعکس ہے جب ہندو پاکستان جنگ کے دوران یوگوسلاویہ اور ملائیشیا کے سوا ساری دنیا نے اس حد تک

www.bhutto.org

عظیم المیہ

پاکستان کی حمایت کی کہ ہندوستان کے آنجہانی وزیراعظم مسٹر لال بہادر شاستری کو یہ گلہ کرنا پڑا کہ ہندوستان اکیلا رہ گیا ہے۔

ہمارے دفتر خارجہ کی ناکامی کی کوئی حد نہیں۔ اس کا اندازہ نہ صرف صفائی پیش کرنے کا سا تھا، بلکہ شرمناک طور پر معذرت خواہانہ تھا۔ جو ملک ایک متحرک اور فعال خارجہ پالیسی کو دفاعی پالیسی میں بدل لیتا ہے اس کا یہی حشر ہوتا ہے۔ اس ملک کو اسی قسم کی صورتحال کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کے خارجہ معاملات ایک غیر سیاسی حکومت کے اپنی مرضی سے مقرر کردہ معمولی سرکاری افسروں اور نااہل افرا کے ہاتھوں میں چلے جاتے ہیں۔ نہ صرف یہ کہ دفتر خارجہ مشرقی پاکستان کے المناک واقعات کی وضاحت نہ کر سکا، بلکہ اس نے ہندوستان کو مسئلہ کشمیر پر عالمی رائے عامہ کو گمراہ کرنے کا بھی موقع دیدیا۔ یہاں تک کہ ہندوستان نے کشمیر اور مشرقی پاکستان میں یکسانیت پیدا کر دی۔ حالانکہ دونوں میں کوئی مماثلت نہیں۔ مشرقی بنگال اپنی پسند سے پاکستان کا جزو لاینفک ہے جبکہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ ابھی ہونا باقی ہے۔ ہندوستان کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو تک اس کا اعتراف کر چکے ہیں۔

بہرحال پاکستان کے لوگوں کو ہمت نہیں ہارنی چاہئے بلکہ اس بحران سے انہیں ایک مستقل سبق حاصل کرنا چاہئے۔ انہیں اپنی آزادی کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جن لوگوں نے اپنی قوم کے مقدر کو اپنے معاملات کو درست کرنے کا عزم رکھا تو کوئی بیرونی اثر ان کے اپنے مقاصد کے حصول سے باز نہیں رکھ سکے گا۔ اگر ہمارے اپنے عوام متزلزل نہ ہوئے تو بین الاقوامی سازشیں اور بیرونی مداخلت ہمیں مغلوب نہیں کر سکیں گی۔ ایک مقبول قیادت عوام کو متزلزل نہیں ہونے دے گی۔ وہ بحران پر قابو پانے کیلئے ان میں ولولہ پیدا کرے گی۔

www.bhutto.org

قانونی ڈھانچے کے حکم میں خامیاں

پچھلے تیس سال کی غلطیوں اور غلط اندازوں کی ایک مختصر فہرست اس سے پہلے پیش کی جا چکی ہے، اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ سیاسی حماقتوں اور سرمایہ اداروں کی لوٹ کھسوٹ نے مل کر کس طرح پاکستان کو دو حصوں میں بانٹ دیا۔ صدر یحییٰ خان کی حکومت نے ماضی کی جمع شدہ غلطیوں کا ازالہ کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ ایک گرداب میں پھنس گئی۔ یہ حکومت بھی غلطیوں سے پاک نہیں ہے۔ میں یہ ضرور کہوں گا کہ صدر یحییٰ خان نے نیک نیتی سے عام انتخابات کرائے لیکن سیاسی حالات اتنی تیزی سے آگے بڑھے کہ وہ اس ڈھانچے میں نہ سما سکے جو انہوں نے پیش کیا تھا۔

28 نومبر 1969ء کو قوم کے نام اپنی نشری تقریر میں صدر یحییٰ خان نے کہا کہ وہ قومی اسمبلی کے لئے انتخابات کرانے کے واسطے مارچ 1970ء کے آخر تک "ایک عارضی قانونی ڈھانچے کی شکل میں" ایک سکیم پیش کریں گے لیکن مارچ کے آخر میں قانونی ڈھانچے کا جو حکم نافذ کیا گیا، وہ کسی طرح بھی عارضی نہیں تھا اور جیسا کہ اس میں کہا گیا تھا، صرف صدر ہی اس میں ترمیم کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کی دفعات نے اس کو ایک "آئینی" ڈھانچے کے حکم کی نوعیت دیدی تھی۔ لیکن اس اعتبار سے بھی اس حکم میں بعض باطنی تضادات تھے، اس میں مارشل لاء کی بالادستی قائم رکھنے کی کوشش کی گئی تھی، اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے سایہ میں ایک قومی اسمبلی کا قیام عمل میں آنا تھا جس میں عوام کے نمائندوں کو آئین بنانا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس قسم کے دو اور متوازی اختیارات کا ہم آہنگی کے ساتھ باہم چلنا مشکل ہوتا ہے۔ ڈکٹیٹر شپ اور جمہوریت کے دھارے الگ الگ سمتوں میں بہتے ہیں، اور انہیں آسانی سے ایک دوسرے میں سمویا نہیں جا سکتا۔ اس کا پہلے سے علم ہونا چاہیئے تھا کہ دو "برابر" کی قوتیں، ایک عوام کی اور دوسری ایک فوجی

www.bhutto.org

حکومت کی، بیک وقت حکمرانی نہیں کر سکتیں۔ حکم میں صدر کو یہ اختیار دے کر کہ وہ چاہیں تو اسمبلی کے منظور کیئے ہوئے آئین کی توثیق کرنے سے انکار کر سکتے ہیں۔ اسمبلی کی خود مختاری کو بھی محدود کر دیا گیا۔ غالباً اس وقت یہ محسوس نہیں کیا گیا کہ ایک فرد واحد کے لئے چاہے اس کی قوت کتنی ہی کیوں نہ ہو، قومی اسمبلی کے فیصلے کو جمہوری منظوری کے بغیر مسترد کرنا ممکن نہ ہوگا۔ جمہوریت کی یہ توہین قطعی بحران پیدا کرنے کی حامل تھی۔

قانونی ڈھانچے کے حکم کو اس اعتبار سے جامع بنانا مقصود تھا کہ اس میں آئین کا دیباچہ اور آئین کے ہدایتی اصول اور وہ پانچ بنیادی اصول بتائے گئے تھے جن پر آئین کو مبنی ہونا تھا، اس میں کئی اعتبار سے قومی اسمبلی کی نوعیت بھی، جس میں اس کے عہدہ دار، ضوابط کار اور کورم شامل تھا، بتا دی گئی تھی۔ تاہم یہ حکم جامعیت کی اس کوشش میں بھی ناکام رہا۔ اس میں ایک واضح خلاء یہ تھا کہ رائے شماری کا طریقہ کار نہیں بتایا گیا تھا۔ اس کا فیصلہ بطور عنایت اسمبلی پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ اسمبلی اپنی خود مختار حیثیت قائم کرنے اور جلد آئین بنانے میں سہولت پیدا کرنے کے لئے فطری طور پر سادہ اکثریت کے حق میں فیصلہ کرتی۔ یہ قانونی ڈھانچہ کے حکم کے خلاف ہوتا اور اسمبلی کا حکومت سے ٹکراؤ ہو جاتا۔ اسی طرح حکم میں ایک وفاقی اور پارلیمانی نظام حکومت کا خاکہ تو رکھا گیا تھا، لیکن اس اہم سوال کو طے کیئے بغیر چھوڑ دیا گیا تھا کہ وفاقی مجلس قانون ساز ایک ایوانی ہوگی یا دو ایوانی، سب سے اہم بات یہ تھی کہ اس میں صوبائی خود مختار کے مرکزی مسئلہ کو کھلا چھوڑ دیا گیا تھا، اور انتخابی مہم کے لئے ایک لمبا عرصہ دے کر اس مسئلہ کو دھماکہ خیز بننے دیا گیا تھا، غالباً اس فروگزاشت کی وجہ یہ غلط اندازہ تھا کہ قومی اسمبلی چھوٹی چھوٹی باہم برسرپیکار جماعتوں پر مشتمل ہوگی اور کوئی بڑی پارٹیاں نہیں ابھریں گی جو اسمبلی پر غالب ہوں اور اپنی مرضی منوا سکیں۔

www.bhutto.org

حکومت اپنی جمہوریت کی بحالی کی سکیم میں صوبائی خودمختاری کے مطالبے کی پوری اہمیت کو سمجھنے میں ناکام رہی۔ وہ اس مطالبے کو پورا کرنے کے لئے کئی طریقے اختیار کر سکتی تھی۔ ایک طریقہ یہ ہو سکتا تھا کہ صدر یحیٰی خان مارشل لاء کے نفاذ کے فوراً بعد صوبوں کی خودمختاری کی جو سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ حدیں طے کرنے کے لئے لیڈروں کی ایک کانفرنس بلاتے۔ حکومت لیڈروں سے یہ کہہ سکتی تھی کہ وہ ایک یونٹ اور برابری کا اصول ختم کرنے اور عام انتخابات کرانے کو تیار ہے بشرطیکہ صوبائی خودمختاری پر اتفاق ہو جائے، ورنہ نہیں۔ اس پیشگی شرط کو پورا کرنے کی ضرورت لیڈروں کو مجبور کر دیتی کہ وہ داخلی خودمختاری کے سوال کا کوئی تسلی بخش حل تلاش کر لیں۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو عوام کی ناراضگی مول لیتے اور جمہوریت کی بحالی میں رکاوٹ ڈالنے پر ان کی نظر میں قابل ملامت ٹھہرتے۔ لیڈروں کو ایک یونٹ اور برابری کا اصول، جسے لوگ سخت ناپسند کرتے تھے، برقرار رکھنا کا بھی ذمہ دار ٹھہرایا جاتا۔ اس لئے سیاسی لیڈر کوئی سمجھوتہ کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ داخلی خودمختاری کی حدود پر سمجھوتہ ہو جانے کے بعد آئین کے باقی اصولوں پر ریفرنڈم کرا لیا جاتا۔ جس میں عوام کو یہ واضح اختیار دے دیا جاتا کہ وہ جس اصول کو چاہیں قبول کریں اور جس اصول کو چاہیں رد کر دیں۔ ریفرنڈم میں اس طرح آئین کے اصول طے ہو جانے کے بعد آئین کا مسودہ تیار کرنے کے لئے ایک آئینی کمشن مقرر کیا جا سکتا تھا۔ اس مسودہ آئین پر پھر ریفرنڈم کرایا جاتا اور ملک کے لیڈروں سے کہا جاتا وہ داخلی خودمختاری کی حدوں پر اپنے پہلے سمجھوتے کی بنیاد پر اس آئین کو قبول کریں۔ اس کے بعد اس آئین کی بنیاد پر عام انتخابات کرائے جاتے اور انتخابات کے بعد عوام کے منتخب نمائندوں کو اختیارات فوراً منتقل کر دیئے جاتے۔ دوسری صورت یہ ہوتی کہ آئین کے اصول جو ریفرنڈم میں منظور ہو جاتے اور داخلی خودمختاری پر سمجھوتہ ایک آئین ساز

www.bhutto.org

اسمبلی کے ذریعے آئین کی شکل اختیار کرتے، اور یہ آئین ساز اسمبلی بعد میں مجلس قانون ساز بن جاتی، جیسا کہ قانونی ڈھانچے کے حکم میں انتظام رکھا گیا تھا۔

داخلی خودمختاری کے مسئلہ کو طے کئے بغیر چھوڑ دینا شدید غلطی تھی۔ مشرقی پاکستان میں انتخابات اس فیصلہ کن مسئلہ پر لڑنے دیئے گئے۔ اس طرح قدیم جذبات بھڑکانے کے لئے اتنا زیادہ وقت دینا بھی غلطی تھی۔ مغربی بازو میں ایک ترقی پسند پارٹی نے انتخابات جیت لئے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آج پاکستان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے ہوتے۔ مشرقی پاکستان میں بائیں بازو کی قوتوں کو بری طرح ناکامی ہوئی اور دوسری پارٹیوں کا بھی صفایا ہو گیا اور کوئی بھی عوامی لیگ کو روکنے والا نہیں رہا۔

یہ حقیقت اور بھی زیادہ تعجب کا باعث ہے کہ قانونی ڈھانچے کے حکم میں داخلی خودمختاری کی جو دفعہ رکھی گئی تھی، وہ مارچ 1970ء میں حکم کے نافذ ہونے سے 6 مارچ 1971ء تک چھ نکات کو چیلنج کرنے کے لئے عملاً استعمال ہی نہیں کی گئی۔ حکم میں کہا گیا تھا کہ صوبوں کو مکمل داخلی خودمختاری حاصل ہوگی، لیکن وفاقی حکومت کو بھی قانون سازی، انتظامی اور مالی اختیارات سمیت کافی اختیارات حاصل ہوں گے تاکہ وہ بیرونی اور اندرونی معاملوں میں اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکے اور ملک کی آزادی اور علاقائی سالمیت برقرار رکھ سکے۔ چھ نکات اس دفعہ سے ٹکراتے تھے۔ لیکن حکومت نے چھ نکات پر کچھ بھی نہیں کیا۔ اس کے برعکس اس نے چھ نکات کو جڑ پکڑنے کا موقع دیا۔ مشرقی پاکستان میں اس کے گورنر نے چھ نکات کو قبول کر لینے کی علی الاعلان وکالت کی۔ البتہ 6 مارچ یعنی قانونی ڈھانچے کا حکم نافذ ہونے کے ایک سال بعد صدر نے قوم کے نام اپنی نشری تقریر میں یہ دعویٰ کیا کہ یہ حکم ہر اس آئین کے خلاف ایک ضمانت تھی جس سے پاکستان کی سالمیت کو نقصان پہنچتا ہو۔ یہ یقین دہانی اصلاً چھ نکات کے بارے میں تھی، لیکن ایسے

www.bhutto.org

وقت دی جا رہی تھی جبکہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

حکومت اور اکثریتی پارٹیاں

حکومت نے عوامی لیگ اور اُس کے چھ نکات کے پروگرام کو اتنی ڈھیل کیوں دی......؟ اس کی کئی وجوہ ہیں، لیکن اصل وجہ بائیں بازو کے خلاف تعصب ہے۔ حکام شیخ مجیب الرحمٰن کے صوبائی کمان میں نیم فوجی تنظیم کے مطالبے کو ناپسند نہیں کرتے تھے کیونکہ انہیں بائیں بازو کچلنے کے لئے اس تنظیم کی ضرورت تھی۔ اس کے برعکس حکومت مغربی بازو میں پیپلز پارٹی کی طرف سے اس قسم کی فورس قائم کرنے کے معاملے میں سخت حساس تھی۔ مجیب الرحمٰن نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ مشرقی پاکستان میں بائیں بازو کو ختم کر دیں گے۔ یہ ان لوگوں کے لئے بڑے اطمینان کا باعث تھا، جو حالات کو جوں کا توں برقرار رکھنا چاہتے تھے۔ بڑے بیوپاری طبقے اور نوکر شاہی میں اس کے ایجنٹوں نے اپنا اثر ڈال کر حکومت کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ عوامی لیگ کو شبہ کا فائدہ دے۔ مرکزی حکومت کے وزراء پیپلز پارٹی کے مخالف تھے اور ان میں سے بہت سوں نے مجیب الرحمٰن کی حمایت کی تھی۔ ان وزراء کا تعلق صرف مشرقی پاکستان سے نہیں تھا بلکہ ان میں وہ بھی تھے جو مغربی پاکستان کے رہنے والے تھے۔ مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے ایک وزیر مسٹر محمود ہارون نے عوامی لیگ کے لیڈر سے اپنے پرانے تعلقات کا اظہار بڑے فخر سے کیا تھا۔ اُن کے بڑے بھائی مسٹر یوسف ہارون کا، جن کا غیر ملکیوں سے تعلق اور داغدار ماضی مسلمہ ہے اور جن کے لئے مجیب الرحمٰن انشورنس ایجنٹ کی حیثیت سے کام کرتے تھے، یہ دعویٰ تھا کہ وہ حکومت اور عوامی لیگ کے درمیان وسیلہ ہیں۔ انہوں نے عوامی لیگ کو کافی مالی امداد بھی دی۔ عوامی لیگ کے لیڈر کو مغربی طاقتیں بھی پسند کرتی تھیں اور حکومت کو اس حقیقت کا بھی احساس تھا۔

www.bhutto.org

اس تمام عرصہ میں کئی طاقتور اثرات مشرقی بازو میں ترقی پسند قوتوں کے خلاف اور عوامی لیگ کے حق میں کام کرتے رہے۔ اس طرح عوامی لیگ نے جو ایک علیحدگی پسند پارٹی تھی، عزت واحترام حاصل کرلیا اور اسی طرح شیخ مجیب الرحمٰن اقتدار کی چوٹی پر پہنچے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو عوامی لیگ کے لئے مشرقی پاکستان میں عام انتخابات میں ایسی فقید المثال کامیابی حاصل کرنا ممکن نہ تھا۔ اطلاع ملی تھی کہ انتخابات سے چند مہینے پیشتر خود عوامی لیگ نے جو جائزہ لیا تھا اس سے ظاہر ہوا تھا کہ پارٹی کو کل ووٹروں کے چالیس فیصد سے زیادہ کی حمایت حاصل نہیں ہے۔ اس انکشاف کے بعد عوامی لیگ نے مغربی پاکستان کے خلاف نفرت اور دشنام طرازی کی مہم تیز کردی۔ اس مہلک زہر کو پھیلنے سے روکنے کے لئے ایک انگلی تک نہیں اٹھی۔ عوامی لیگ کے کارکن اور غنڈے ووٹروں کو علی الاعلان ڈراتے، دھمکاتے رہے اور صوبائی حکومت نے انہیں روکنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ اس تمام عرصے مشرقی پاکستان کے فوجی گورنر مجیب الرحمٰن کی امنگوں سے ہمدردی ظاہر کرتے رہے۔ یہ وہ ماحول تھا جس میں عوامی لیگ کی سرگرمیاں انتخابات کے بعد تک بڑھتی اور پھیلتی گئیں۔

اس کے عین برعکس محمود ہارون اور جنرل شیر علی جیسے مرکزی وزیروں نے ایک سال کی طویل انتخابی مہم کے دوران بھی اور اس سے پہلے اور بعد میں بھی پیپلز پارٹی کے خلاف کھل کر کام کیا۔ جب سانگھڑ میں ایک جنونی ہجوم نے مجھ پر اور میری پارٹی کے آدمیوں پر دن دہاڑے حملہ کیا تو چند مجرموں کے خلاف فرضی کارروائی کی گئی اور اس واقعہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی۔ میری پارٹی کے بہت سے کارکنوں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔ پارٹی کے چند امیدوار اس بناء پر انتخابات سے دستبردار ہوگئے۔ دو امیدوار جیل ہی میں قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ہماری پارٹی کے امیدواروں کے پولنگ ایجنٹوں کو انتخابات

www.bhutto.org

سے ایک دو روز پہلے گرفتار کر لیا گیا۔ میرے اپنے حلقے لاڑکانہ میں انتخابات سے دو دن پہلے غنڈے چھوڑ دیئے گئے تا کہ ووٹروں میں دہشت پھیلائیں۔

مغربی بازو میں پیپلز پارٹی کو 88 نشستیں ملیں اور وہ فتح یاب ہوئی۔ حکومت کا اندازہ تھا کہ اسے 20 سے زیادہ نشستیں نہیں ملیں گی۔ یہ بذات خود ایک انقلاب تھا۔ پیپلز پارٹی نے ان قوتوں کے مقابلے میں جنہیں نا قابل شکست سمجھا جاتا تھا، کامیابی حاصل کی۔ اس نے تمام رجعت پسند عناصر اور مفاد پرستوں کی مشترکہ طاقتوں کو شکست دیدی۔ اگر نظم و نسق غیر جانبداری سے کام لیتا تو پیپلز پارٹی کو قومی اسمبلی میں 100 سے کم نشستیں حاصل نہ ہوتیں اور عوامی لیگ بھی زیادہ نشستیں حاصل نہ کرسکتی۔

انتخابات کے نتیجے سے حکومت کے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ وہ مغربی بازو میں اصل طاقت سے معاملہ کرے۔ پیپلز پارٹی نے پچھلی باتوں کو بھلا کر ایک قومی حل کی تلاش میں کھلے دل سے حکومت کے ساتھ تعاون کیا۔ انتخابات کے بعد کراچی میں صدر یحییٰ خان سے اپنی پہلی ملاقات میں، میں نے ان سے کہا کہ جہاں تک میرا تعلق ہے میں ایک سال کی طویل انتخابی مہم کے دوران اور اس سے پہلے پیپلز پارٹی کے ساتھ حکومت کے رویئے کا کوئی تذکرہ کرنا نہیں چاہتا۔ میرے لئے ماضی کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اصل اہمیت قومی مفاد کی ہے اور محض اسی جذبے سے میں آئندہ واقعات کو دیکھوں گا۔ اسی مقصد کی خاطر پیپلز پارٹی نے عوامی لیگ کے ساتھ تعاون کرنا چاہا تھا لیکن عوامی لیگ کے ارادے قومی مفاد سے الگ تھے۔ چنانچہ اس سے بامقصد تعاون نہ ہو سکا۔

اقتدار کی منتقلی کے عمل میں دونوں بازوؤں کی اکثریتی پارٹیوں کو ایک سمجھوتہ کرنا ضروری تھا۔ لیکن فی الواقع مسلح افواج بھی جن کے ہاتھ میں اقتدار کی باگ ڈور تھی اس عمل سے گہرا تعلق رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ قانونی ڈھانچے کے حکم نے صدر کے اس عمل

www.bhutto.org

میں ایک فریق بنا دیا تھا۔ صدر یحییٰ خان نے مسلح افواج کے سربراہ کی حیثیت سے سیاسی گفت وشنید میں اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے انتخابات سے پہلے 3 نومبر 1970ء کو اور اسکے بعد جنوری اور مارچ 1971ء میں مجیب الرحمٰن سے اہم بات چیت کی۔ صدر نے 18 جنوری کو لاڑکانہ کے ہوائی اڈے پر اخباری نمائندوں سے کہا تھا کہ وہ سلسلہ کی ایک کڑی ہیں۔ صدر یحییٰ خاں محض ایک کڑی سے زیادہ کام کرنے کو تیار تھے۔ انہوں نے مجیب الرحمٰن کو "پاکستان کا آئندہ وزیراعظم" تک کہا۔ وہ ایک تصفیے کی خاطر عمیق گڑھے کے کنارے تک جانے کو تیار تھے۔

شیخ مجیب الرحمٰن

ان سب باتوں کے باوجود مجیب الرحمٰن ناکام رہے۔ وہ اقتدار کی دہلیز تک پہنچ چکے تھے، پھر کیوں ناکام رہے؟ بلاشبہ وہ فوری طور پر پاکستان کے وزیراعظم بن سکتے تھے اور اس کے بعد پارلیمانی اکثریت، سول نظم ونسق اور فوج پر کنٹرول، علیحدگی پسند سیاست دانوں اور مغربی بازو کے مفاد پرستوں کے تعاون اور بڑے کاروباری طبقے کی حمایت سے وہ اپنی پوزیشن مستحکم کر کے دوسرے مرحلے میں اپنا مقصد یعنی آزاد بنگلہ دیش حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن شیخ مجیب الرحمٰن نے اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا اور اسے اپنے ہاتھ سے نکل جانے دیا۔ اس کے بعد بربادی اور تباہی تھی۔ ملک میں خون خرابہ شروع ہو گیا۔ ان کے عوام کی مصیبتیں، ہمارے عوام کی مصیبتیں، جن کے خاتمے کا انہوں نے وعدہ کیا تھا ختم نہیں ہوئیں بلکہ اور بڑھ گئیں۔ اگر یہ صریح پاگل پن نہیں تھا تو پھر اس کا سبب کچھ تو ہوگا۔

یکم مارچ سے پہلے، یعنی صدر کے قومی اسمبلی ملتوی کرنے کے اعلان سے پہلے، شیخ مجیب الرحمٰن کی چال یہ تھی کہ دو مرحلوں میں آئینی علیحدگی حاصل کی جائے۔ مسلح افواج

www.bhutto.org

کے لئے پاکستان کے قانونی طور پر مقرر ہونے والے وزیراعظم کو بعد میں غدار قرار دینا اگر ناممکن نہ ہوتا تو ایک بے تکی بات ضرور ہوتی۔ صدر یحییٰ خان کے لئے قومی اسمبلی کا منظور کیا ہوا چھ نکات کا آئین مسترد کرنا اتنا ہی مشکل ہوتا۔ شیخ مجیب الرحمٰن کا منصوبہ یہ تھا کہ پہلے مرحلے میں وہ پاکستان کے وزیراعظم بن جائیں اور پھر اپنا اقتدار مستحکم کر کے دوسرے مرحلے میں اپنا اصل مقصد حاصل کریں۔ وہ ایک ایسی صورتحال پیدا کرنا چاہتے تھے جن میں پاکستان کے دونوں بازوؤں کو آئینی اور قانونی طریقوں سے علیحدہ کرنے میں آسانی ہو۔ یکم مارچ کے بعد یہ چال بدل دی گئی۔ جب اسمبلی کا اجلاس ملتوی ہو گیا تو مجیب الرحمٰن کو یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ بے نقاب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مرکزی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی۔

اگر شیخ مجیب الرحمٰن اسمبلی کے اجلاس سے پہلے بات چیت کے ذریعے ایک سمجھوتہ کر لیتے تو ان کو زیادہ سے زیادہ اپنے مطالبات کا ماحصل حاصل ہو جاتا۔ یہ کافی نہیں تھا۔ وہ تو چاہتے تھے کہ ان کے تمام مطالبات من وعن پورے ہو جائیں تا کہ وہ دوسرے مرحلے میں اپنا مقصد حاصل کر سکیں۔ انہیں اندیشہ تھا کہ اگر یہ نکات پورے کے پورے قبول نہ کئے گئے اور ان سے متعلقہ مطالبات پورے نہ ہوئے تو ان کے لئے پاکستان کا وزیراعظم ہو کر بھی قانونی علیحدگی حاصل کرنا مشکل ہوگا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اسمبلی کا اجلاس ہونے سے پہلے کوئی سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اسمبلی کا اجلاس ملتوی ہونے کے بعد بھی شیخ مجیب الرحمٰن اپنے مطالبات کا ماحصل حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے اس تجویز کو رد کر دیا کہ یہ مطالبات قومی اسمبلی کے ذریعہ پورے ہوں۔ اس تجویز کو رد کرنے کی وجہ یہ تھی کہ واقعات نے ان کو وقت سے پہلے اپنے اصل ارادے ظاہر کرنے اور مکمل علیحدگی کا مطالبہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ صورت حال پارلیمانی مرحلے سے گزر چکی

www.bhutto.org

تھی اور یہ ضروری ہو گیا تھا کہ مشرقی پاکستان میں طاقت کے ذریعہ اقتدار پر قبضہ کیا جائے اور قومی اسمبلی کو فراموش کیا جائے۔

شاید کچھ عرصے اور یہ بات ایک معمہ رہے گی کہ آخری وقت میں انہوں نے اپنی چال کیوں بدلی۔ غالباً وہ ضرورت سے زیادہ پر اعتماد ہو گئے اور اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ سکے۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ انتہا پسندوں کے دباؤ کے باعث انہوں نے ایسا کیا۔ اس سوال کا جواب حاصل کرنے کے لئے ان کے کردار اور ان کی شخصیت کا قریب سے مطالعہ کرنا ہوگا۔ ان کی خواہشات اور تعصبات کا تجزیہ کرنا ہوگا۔ ان کے ماضی، ان کی گھریلو زندگی، ان کے عادات و اطوار اور ان کی ذہنیت کا اندازہ لگانا ہوگا۔ ان کے مزاج اور ان کی تعلیم کا جائزہ لینا ہوگا اور ایک سیاسی لیڈر کی حیثیت سے ان کی صلاحیتوں، ان کے منصوبوں اور چالوں کا بغور مطالعہ کرنا ہوگا۔ وہ پیچیدہ رجحانات اور خصلتوں کا مجموعہ ہیں اور ان کی شخصیت کا مطالعہ بھی پیچیدہ ہے۔

شیخ مجیب الرحمٰن ایک موثر شخصیت کے مالک ہیں اور آسانی سے متاثر کر لیتے ہیں۔ انہوں نے جرات مندانہ قدم اٹھائے ہیں۔ طالب علم لیڈر کی حیثیت سے ان کا تعلق تحریک پاکستان سے تھا۔ وہ ہندوؤں کے تسلط اور استحصال کے خلاف مسلمانوں کی جدوجہد سے منسلک تھے۔ بیس سال بعد انہوں نے بنگلہ دیش کا علم بلند کیا۔ اس مرتبہ وہ بقول اپنے ''پنجابی استحصال'' کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ پہلے وہ برطانیہ کی غلامی سے نجات حاصل کرنا چاہتے تھے۔ یہ ضروری نہیں تھا کہ چونکہ وہ تحریک پاکستان سے وابستہ تھے اس لئے لازمی طور پر وہ ہمیشہ تصور پاکستان کے پابند رہیں۔ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ لوگوں نے پہلے ایک مقصد کے لئے کام کیا اور پھر اس سے برگشتہ ہو گئے۔

پاکستان کے ابتدائی سالوں میں مجیب الرحمٰن ایک نوجوان آدمی تھے۔ وہ صف اول

www.bhutto.org

کے سیاستدان نہیں تھے۔ وہ ایک مسلم لیگی کارکن تھے جن کا تعلق آبادکاری اور اسی قسم کے دوسرے کاموں سے تھا۔ 1948ء میں انہوں نے زبان کے جھگڑے میں بڑا حصہ لیا اور بنگالی کو قومی زبان کی حیثیت سے تسلیم کرانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ جب قائداعظم نے قومی زبان کے بارے میں ڈھاکہ کے کرزن ہال میں تقریر کی تو مظاہرہ کرنے والوں میں وہ بھی شامل تھے۔ اس ایجی ٹیشن میں انہوں نے جو کردار ادا کیا تھا۔ اس کی بنا پر انہیں گرفتار کرلیا گیا۔ قیام پاکستان کے ایک سال کے اندر شیخ مجیب الرحمٰن نے پہلی بار جیل کا مزا چکھا۔

1949ء میں مجیب الرحمٰن جو اب ایک ابھرتے ہوئے سیاستدان تھے، مسلم لیگ چھوڑ کر عوامی مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور اس کی تنظیم میں لگ گئے۔ عوامی لیگ پہلے عوامی مسلم لیگ کہلاتی تھی۔ یہ جماعت 1949ء میں مسٹر حسین شہید سہروردی نے پاکستان میں مستقل قیام کی غرض سے کلکتہ سے آنے کے چند ماہ بعد قائم کی تھی۔ یہ جماعت تین بڑے گروپوں پر مشتمل تھی۔ پہلا اور اصل گروپ ملک کے دونوں بازوؤں کے ان سیاستدانوں کا تھا جو مسلم لیگی حکومت سے اختلاف رکھتے تھے۔ دوسرا گروپ مولانا بھاشانی کی قیادت میں سوشلسٹوں کا تھا۔ مولانا بھاشانی مشرقی بازو میں جماعت کے صدر بھی تھے۔ تیسرا گروپ ان مسلم طلباء کا تھا جو زبان کے جھگڑے میں پیش پیش تھے۔ ان کی پشت پناہی ہندو کر رہے تھے۔ 1950ء میں مشرقی پاکستان کے طالب علم لیڈروں نے ایک عظیم قومی کنونشن بلایا۔ جس نے پاکستان کے لئے ایک ایسے آئینی انتظام کا مطالبہ کیا جو کئی سال بعد ظاہر ہونے والے چھ نکات سے ملتا جلتا تھا۔ تاہم عوامی لیگ کے مینی فیسٹو میں جو دسمبر 1952ء میں لاہور میں ایک کنونشن میں منظور کیا گیا۔ کوئی خاص علاقائی تصورات شامل نہیں تھے۔ مینی فیسٹو کی تین بنیادی آئینی خصوصیات یہ تھیں۔

www.bhutto.org

سربراہ مملکت کا براہ راست انتخاب، بنیادی حقوق اور عدلیہ کی آزادی۔

مشرقی پاکستان میں 1954ء کے انتخابات لڑنے کے لئے عوامی لیگ اور کرشک سرامک پارٹی نے مسلم لیگ کے خلاف متحدہ محاذ بنایا۔ متحدہ محاذ کا اکیس نکاتی پروگرام ہمہ گیر تھا اور اس میں علاقائی خودمختاری کا مطالبہ شامل تھا۔ شیخ مجیب الرحمٰن محاذ کی کوششوں میں سرگرمی سے شریک تھے۔ متحدہ محاذ نے مشرقی پاکستان میں انتخابات جیت لئے لیکن اس کی کامیابی کی مدت تھوڑی تھی۔ بہرحال بعد میں شیخ مجیب الرحمٰن مسٹر سہروردی کی قیادت میں بارہ دوسرے عوامی لیگیوں کے ساتھ دوسری دستور ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہو گئے۔ وہ حزب مخالف کے ایک سرگرم رکن اور پرجوش مقرر تھے۔ ان کی اس زمانے کی تقریروں کے بغور مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے خیالات بدلتے جا رہے تھے۔ انہوں نے بنگال کے استحصال کے خلاف تلخ تقریریں کیں اور بڑے جوشیلے اور جذباتی انداز میں اپنے عوام کے ظالمانہ استحصال کا ذکر کیا۔ مغربی پاکستان، بالخصوص پنجاب سے ان کی نفرت جڑ پکڑتی جا رہی تھی۔

عوامی لیگ نے 1956ء کا آئین قبول کرلیا اور مشرقی پاکستان میں اور مرکز میں عوامی لیگ کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ مشرقی پاکستان میں مسٹر عطاء الرحمٰن وزیراعظم بنے اور مرکز میں مسٹر سہروردی ...... مجیب الرحمٰن صوبائی حکومت میں صنعت اور تجارت کے وزیر بنے۔ مسٹر سہروردی نے انہیں وزارت سے الگ کر دیا۔ اس کی اصل وجہ وزیراعلیٰ سے ان کی ان بن تھی۔

اس زمانے میں پارٹی میں دو اہم تبدیلیاں ہوئیں۔ پارٹی کی مشرقی پاکستان کونسل کے اصرار پر پارٹی کے نام سے لفظ ''مسلم'' نکال دیا گیا اور وہ دسمبر 1955ء میں عوامی لیگ کہلانے لگی اس سے مشرقی پاکستان کے ہندوؤں میں پوزیشن جو پہلے ہی اچھی تھی

www.bhutto.org

اور مضبوط ہوگئی۔ اس کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ پارٹی کے کئی اہم مغربی پاکستانی اراکین اس سے الگ ہوگئے۔ اس کے بعد 1957ء میں مولانا بھاشانی اوران کے بائیں بازو کے حامیوں نے پارٹی سے الگ ہوکر نیشنل عوامی پارٹی بنالی۔ ان دو گروپوں کے نکل جانے سے بنگالی قومیت پرست عناصر کو قوت حاصل ہوگئی۔ ان عناصر کی قیادت نئی نسل کے ہاتھ میں تھی اور ہندوان کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ نوجوان نسل کو ہندوؤں کے ہاتھوں استحصال کا کوئی تجربہ نہیں تھا جو برصغیر کے دوسرے علاقوں کے مقابلے میں تقسیم سے پہلے کے بنگال میں بہت زیادہ تھا۔ وہ مغربی پاکستانیوں کو استحصال کرنے والا سمجھتے تھے۔ یہی گروپ اوراس کے حامی بالآخر مجیب الرحمٰن کی قیادت میں پارٹی میں علیحدگی پسندوں کی اصل ٹولی بنے۔

اکتوبر 1958ء میں ایوب خاں نے مارشل لاء نافذ کیا اور 1962ء تک تمام سیاسی سرگرمیاں بندرہیں۔ مارشل لاء لگنے کے تھوڑے ہی دن بعد شیخ مجیب الرحمٰن کو گرفتار کرلیا گیا اور چند سال قید رکھا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے رویئے میں فیصلہ کن تبدیلی اسی زمانے میں ہوئی۔ جب وہ رہا ہوئے تو وہ حالات سے سخت بیزار ہو چکے تھے۔ آئندہ تین سال میں وہ پھر سیاست میں آگئے اور بہترین موقع کا انتظار کرنے لگے۔

1963ء میں شیخ مجیب الرحمٰن کی کوئی خاصی سیاسی اہمیت نہیں تھی۔ حقیقت میں تفضل حسین کو جنہیں لوگ مانک میاں کے نام سے زیادہ جانتے تھے اور انہیں اپنے روزنامے ''اتفاق'' کی وجہ سے زیادہ بااثر سمجھا جاتا تھا۔ مانک میاں مسٹر سہروردی کے انتقال کے بعد مجیب الرحمٰن کے گرو بن گئے تھے۔ وہ مشرقی پاکستان کے غالباً واحد سیاستدان تھے جن سے ایوب خان کی حکومت واقعی پریشان تھی۔ صوبائی حکومت کو شیخ

www.bhutto.org

مجیب الرحمٰن کی سرگرمیوں سے بظاہر کوئی پریشانی نہیں تھی۔ بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اب ایسے ازکار رفتہ فرد بن گئے تھے جن کا کام مسٹر یوسف ہارون کے ایک بیمہ ایجنٹ کی حیثیت سے بے مقصد کوچہ گردی میں مصروف رہنا تھا۔

میں شیخ مجیب الرحمٰن سے 1963ء میں ان کی رہائی کے بعد ڈھاکہ میں ملا۔ اس سے پہلے 1955ء میں کراچی میں مسٹر سہروردی کی قیام گاہ پر ان سے مختصر سی ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے ان کو شاہ باغ ہوٹل کی لابی میں دیکھا اور ان کو دعوت دی کہ میرے ساتھ چائے پئیں۔ ہم نے سیاست پر سنجیدگی سے کوئی بات نہیں کی۔ کیونکہ انہوں نے کہا کہ وہ سیاست سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔ انہوں نے مجھے مسٹر ذاکر حسین کی ان سے دشمنی کا حال بتایا۔ انہوں نے مسٹر ذاکر حسین پر جو مشرقی پاکستان کے گورنر تھے، الزام لگایا کہ ان کے اکسانے پر ایوب خان نے انہیں گرفتار کیا۔ میں نے مجیب الرحمٰن سے کہا کہ مجھے یقین نہیں آتا کہ ان جیسا جوشیلا آدمی سیاست سے کنارہ کش ہو گیا ہے۔ ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ انہوں نے جواب دیا کہ ایوب خان کی جیل نے ان کے جوشیلے پن کو ختم کر دیا ہے۔ گو وہ کہہ تو یہ رہے تھے کہ انہوں نے سیاست ترک کر دی ہے لیکن ان کی باتوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ لیکن وہ کچھ الگ تھلگ سے لگتے تھے۔ جیسے مارشل لاء کے سیاسی صحرا میں گم ہو گئے ہوں۔

1964ء کے آخر میں جو صدارتی انتخاب ہوا اس میں شیخ مجیب الرحمٰن مشرقی پاکستان کے ان سیاست دانوں میں شامل تھے جنہوں نے محترمہ فاطمہ جناح کی حمایت کی۔ محترمہ فاطمہ جناح نے مجیب الرحمٰن کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ بلکہ کئی موقعوں پر انہیں غیر ذمہ دارانہ بیانات دینے پر علانیہ ڈانٹا۔ مشرقی پاکستان کے دوسرے سیاست دانوں کے ساتھ انہوں نے بھی مس جناح کے لئے کام کیا۔ لیکن ان کی مشترکہ کوشش بھی

www.bhutto.org

انہیں مشرقی پاکستان میں اکثریت کے ووٹ نہیں دلا سکی۔ یہ صحیح ہے کہ یہ انتخاب بنیادی جمہوریتوں کے ذریعہ ہوا تھا لیکن دسمبر 1970ء میں محدود الیکشن کی تمام کوتاہیوں کے باوجود شیخ مجیب الرحمٰن انتخابات یکسر جیت جاتے۔ 1965ء کی جنگ کے دوران مشرقی پاکستان کے گورنر مسٹر منعم خاں نے مشرقی پاکستان کے لیڈروں کو بلایا تا کہ جنگ کی کوششوں میں ان کا تعاون حاصل کیا جا سکے۔ جنگ کے بعد مسٹر منعم خان نے صدر ایوب خان کے نام اپنی رپورٹ میں دعویٰ کیا کہ مجیب الرحمٰن نے اپنی ملاقات کے دوران اُن سے کہا کہ وہ اپنے ایک آزاد بنگال کے صدر ہونے کا اعلان کر دیں اور مغربی پاکستان سے الگ ہو جائیں۔ بہر حال یہ معاملہ آگے نہ بڑھ پایا۔

جنوری 1966ء میں جب ایوب خان نے اعلان تاشقند پر دستخط کئے تو مجیب الرحمٰن کے ہاتھ ایک بہترین موقع آ گیا۔ 1963ء میں مسٹر سہروردی کا انتقال ہو گیا تھا۔ پارٹی میں قومی حیثیت کے وہی ایک لیڈر تھے اور ان کے انتقال سے مجیب الرحمٰن کی راہ کا سب سے بڑا کانٹا نکل چکا تھا۔ فروری 1966ء میں وہ اپنے چھ نکات کے فارمولے کو لے کر سیاست کی اگلی صف میں آ گئے اور جون 1966ء میں اپنی گرفتاری کے وقت تک مشرقی پاکستان کے سیاسی اسٹیج پر چھائے رہے۔ ان کی گرفتاری سے پہلے ڈھاکہ اور نارائن گنج میں اوائل جون میں ہنگامے ہوئے اور کچھ جانیں ضائع ہوئیں لیکن ان کی گرفتاری کے بعد کوئی بڑا ایجی ٹیشن نہیں ہوا۔ ابھی وہ جیل ہی میں تھے کہ 1967ء کے آخر میں ان پر اگرتلا سازش کیس میں مقدمہ چلایا گیا۔ اس وقت بھی کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ مجیب الرحمٰن کے قید میں رہنے کے دوران کے موقف کی حمایت میں کوئی ایجی ٹیشن نہیں ہوا۔ وہ فروری 1969ء میں رہا ہوئے، لیکن ان کی رہائی کا سبب یہ نہیں تھا کہ انہوں نے یا ان کی پارٹی نے کوئی تحریک چلائی تھی بلکہ وہ اس تحریک کے باعث رہا ہوئے جو میں نے

www.bhutto.org

ستمبر 1968ء میں مغربی پاکستان میں ایوب خان کے خلاف شروع کی تھی۔

1966ء میں جب شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنے چھ نکات پیش کئے تو میں نے صدر ایوب خان کو مشورہ دیا کہ سیاست کا تقاضا ہے کہ ان کے درمیان ان پر بحث و تمحیص ہو۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ سکیم ایسی آگ لگا سکتی ہے جو دور تک پھیل جائے گی۔ بنگالیوں کے مطالبات جائز تھے۔ ان کی شکایات بے وجہ نہیں تھیں اور ان کے کاز کو ایک لیڈر بھی مل گیا تھا۔ اب یہ نہایت ضروری تھا کہ ان کی شکایات فوری طور پر دور کی جائیں۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں چھ نکات ایک مقبول نعرے سے ایک تحریک میں اور پھر ایک تحریک سے ایک طوفان میں نہ بدل جائیں اور فی الوقع ایسا ہی ہوا۔ جب چھ نکات پیش کئے گئے ہیں تو مجیب الرحمٰن علانیہ کہتے تھے کہ ان پر سودے بازی ہو سکتی ہے۔ چند ایک بار انہوں نے یہ بھی کہا کہ چھ نکات انجیل مقدس نہیں ہیں۔ اس وقت بیرونی امداد کو جس کی ایک ترقی پذیر ملک کے لئے بنیادی اہمیت ہے، خالصتاً صوبائی اختیار میں دینے کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ صوبوں کے درمیان مال کے نقل و حمل پر پابندی کا کوئی سوال نہیں تھا۔ دونوں بازوؤں کے درمیان ملکی اور غیر ملکی قرضوں کی تقسیم کا ذکر نہیں تھا اور نہ صوبوں پر عائد ہونے والے ٹیکس کا فیصلہ تناسب مقرر کرنے کا سوال تھا اس وقت کسی ایسی آئینی دفعہ کا بھی ذکر نہیں تھا جس کے تحت صوبوں کو وفاق سے الگ ہو جانے کا اختیار دے دیا جائے۔

اگر ایوب خان اس مرحلے پر میرا مشورہ مان لیتے تو ایک معقول سمجھوتہ ہو سکتا تھا۔ انہوں نے 1969ء میں گول میز کانفرنس کے ذریعہ جو کچھ کرنا چاہا وہ اگر 1966ء میں کر لیتے تو پاکستان کے مسائل آج اس نوبت کو نہ پہنچتے۔ افسوس کہ ایوب خان نے وہ زبان استعمال کی جسے وہ ہتھیار کی زبان کہتے تھے۔ زبان کا ہتھیار استعمال نہیں کیا۔ انہوں نے شیخ مجیب الرحمٰن کو گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد اگر تلا سازش کیس اس بھونڈے اور

www.bhutto.org

غلط طریقے سے چلایا گیا کہ اس کا الٹا اثر ہوا اور اس کے نتائج اتنے سنگین ہوئے کہ ہم ابھی تک انہیں بھگت رہے ہیں۔ صرف شیخ مجیب الرحمٰن کو اس مقدمہ سے فائدہ پہنچا۔

ایوب خان کے حمایتی چاہے یہ سمجھیں کہ حالیہ واقعات نے ان کو حق بجانب ثابت کر دیا ہے لیکن جون 1966ء سے فروری 1969ء تک مجیب الرحمٰن کی اسیری کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مشرقی پاکستان کی صورت حال سے صحیح طور پر نمٹا جا رہا تھا۔ بظاہر پرسکون سطح کے نیچے بے اطمینانی کا لاوا کھول رہا تھا۔ بھٹی دہک رہی تھی۔ ہاں اس کا منہ بند تھا۔ ایوب خان نے بحران کو محض ٹال دیا تھا۔ یہ بحران موجودہ حکومت کے غلط اندازوں کی وجہ سے اور بڑھ گیا اور بالآخر 1971ء میں پھٹ پڑا۔

جیل سے نکلنے کے بعد شیخ مجیب الرحمٰن نے جوش میں آ کر الٹے سیدھے بیان دے ڈالے۔ انہوں نے کچھ غلطیاں بھی کیں۔ مغربی پاکستان کے مفاد پرست ان کے گرد جمع ہو گئے اور کچھ عرصے کے لئے یوں لگنے لگا جیسے وہ پاکستان کے وزیر اعظم بن جائیں گے اور ایوب خان صدر رہیں گے۔ مسٹر یوسف ہارون نے جنہیں مغربی پاکستان کا گورنر بنانے کے لئے امریکہ سے درآمد کیا گیا تھا۔ اسی جوڑ توڑ میں تھے۔ ایک بے اصول سرکاری افسر نے اس سیاسی گفت وشنید میں خاص کردار ادا کیا۔ وزیر اعظم کا عہدہ قائم کرنے کے لئے آئین میں ترمیم کرنے کی تجویز پیش کر کے سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن پاکستان پیپلز پارٹی نے گول میز کانفرنس میں شرکت کرنے سے انکار کر کے مفاد پرستوں کی اس سازش کو ناکام بنا دیا۔ ایجی ٹیشن جاری رہا۔ یہاں تک کہ ایوب خان ہٹ جانے پر مجبور ہو گئے۔

مارچ 1969ء میں دوسرے مارشل لاء کے نفاذ نے شیخ مجیب الرحمٰن کو بڑی الجھن میں ڈال دیا۔ ایک فرانسیسی نامہ نگار نے اس کے فوراً ہی بعد ان سے ملاقات کی۔ اس کا

www.bhutto.org

کہنا تھا کہ عوامی لیگی لیڈر اپنے بارے میں غیر یقینی نظر آتے تھے۔ انہیں یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں وہ دوبارہ گرفتار نہ کر لئے جائیں بہرحال شیخ مجیب الرحمٰن کو جلد ہی یہ معلوم ہو گیا کہ مارشل لاء کی حکومت کا رویہ ان کے ساتھ بے مہری کا نہیں ہے۔ آہستہ آہستہ ان کا اعتماد لوٹ آیا اور وہ حکومت سے ایک بامقصد مکالمے کے لئے آگے بڑھے۔ شروع شروع میں انہوں نے مارشل لاء کے ضابطوں کی پوری احتیاط سے پابندی کی۔ پھر بتدریج وہ اپنی سرگرمیاں تیز کرتے اور اپنے مطالبات کا انداز بدلتے گئے۔ 1969ء کے آخر تک وہ سیاست میں خوب اچھی طرح جم گئے تھے۔ مرکزی کابینہ کے وزیروں اور مشرقی پاکستان کی انتظامیہ نے انہیں اپنا لیا۔ بینکروں اور بڑے بیوپاری طبقے کی طرف سے انہیں مالی اور مادی امداد ملنا شروع ہو گئی۔ باہر سے انہیں ہتھیار ملے اور انہوں نے باقاعدہ طریقے پر اپنی پارٹی کو منظم کیا۔ وہ پورے زور سے آگے بڑھے اور انہیں روکنے والا کوئی نہ تھا۔ اخبارات ان کے طرفدار تھے اور ان کی چھ نکاتی تحریک نے روز بروز زور پکڑنا شروع کر دیا۔ انہوں نے قومیت پرستی کا جارحانہ انداز اختیار کیا اور بنگالی قومیت پرستی کے شدید جذبات کو خوب ہوا دی۔ شورش پھیلانے میں ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اور انہوں نے اپنی اس خوبی سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ انتظامیہ نے ان کی زہر آلود تقریروں اور مغربی پاکستان سے نفرت کو یہ کہہ کر نظر انداز کر دیا کہ یہ انتخابی مہم کا حصہ ہیں۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے 1969ء کے آخر میں نمایاں قوت حاصل کر لی تھی۔ 1970ء میں ان کی قوت میں اور اضافہ ہوا اور یہ اس وقت اپنے عروج پر پہنچ گئی جب ان کو نومبر کے المناک طوفان بادوباراں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا موقع دے دیا گیا۔ دسمبر 1970ء میں انتخابات ختم ہو گئے۔ اس وقت جو مجیب الرحمٰن سامنے آئے۔ وہ 1965ء کے شکستہ دل اور ہارے ہوئے انسان سے بالکل مختلف تھا۔ یہ بڑا کارنامہ تھا چھ

www.bhutto.org

نکات کا۔ جن پر 1966ء میں ذرا بھی توجہ نہ دی گئی اور فروری 1969ء تک انہیں کوئی خاص اہمیت نہیں ملی۔ یہ اب لوگوں کا ایمان بن چکے تھے۔ بنگال میں حالات تبدیلی کے لئے بالکل تیار تھے۔ بنگال ایک ہیرو کی تلاش میں تھا۔ حالات نے شیخ مجیب الرحمٰن کو اس کردار کے لئے چن لیا۔ وہ ایک غیر معمولی سیاسی شخصیت بن گئے۔ ایک فتنہ گر اور شورش پسند مجیب الرحمٰن کا وجود تو پہلے بھی تھا۔ لیکن انہیں ایک عظیم بنگالی لیڈر بنانے کا سہرا پچھلے دو حکومتوں کی پیہم غلطیوں اور غلط اندازوں کے سر ہے۔

بعض مبصرین کا کہنا ہے کہ بحران کے آخری دنوں میں شیخ مجیب الرحمٰن انتہا پسندوں کے ہاتھوں میں اسیر تھے۔ میری رائے میں یہ صحیح نہیں ہے۔ وہ اتنے ہی بااختیار تھے جتنا کہ ایک عوامی تحریک کا لیڈر ہو سکتا ہے۔ ایسا شخص جسے عوام پر اتنا فیصلہ کن اثر حاصل ہو۔ چند طالب علم لیڈروں اور عوامی لیگ کے پس پردہ انتہا پسندوں کا اسیر بن سکتا۔ مجیب الرحمٰن نے اپنے منصوبے کے تحت بعض اوقات یہ تاثر دینے کی ضرور کوشش کی کہ وہ اعتدال پسند ہیں لیکن انتہا پسند ان پر سخت دباؤ ڈال رہے ہیں۔ یہ محض ان کی ایک چال تھی۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے بعض تباہ کن غلطیاں کیں۔ کچھ باتوں کا اندازہ لگانے میں بھی ان سے شدید چوک ہوئی۔ انہوں نے مغربی بازو کی اکثریت پارٹی کو نظر انداز کرنے اور شکست خوردہ اور ٹھکرائے ہوئے سیاست دانوں سے سودے بازی کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے مسلح افواج کی قوت کا غلط اندازہ لگایا اور ان کے موڈ کو سمجھنے میں غلطی کی۔ انہوں نے سول نافرمانی کی تحریک شروع کرنے کے بعد مسلح افواج کی خاموشی کا مطلب غلط سمجھا۔ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ انہوں نے مسلح افواج کو مرعوب کر لیا ہے اور فوج نے انکے سامنے عملاً ہتھیار ڈال دیئے ہیں۔ انتخابات میں زبردست کامیابی حاصل کر کے وہ سمجھنے

www.bhutto.org

لگے کہ وہ ایک سیاسی طوفانی حملے سے اپنا مقصد حاصل کر لیں گے۔ ان کا یہ اندازہ بہت غلط تھا۔

انہوں نے آخر میں جو پوزیشن اختیار کی اس میں بیرونی دباؤ کا بھی کچھ ہاتھ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان ان سے چاہتا تھا کہ وہ فوج کی پرواہ نہ کریں اور قبل اس کے کہ وقت نکل جائے اپنا وار کر دیں۔ ہندوستان شاید مشرق وسطیٰ میں حالات کے بدلتے ہوئے رخ سے فکر مند تھا اور بے قراری سے یہ چاہتا تھا کہ قبل اس کے کہ بڑی طاقتیں مشرقی وسطیٰ یا دوسرے بین الاقوامی واقعات کی طرف متوجہ ہوں۔ مجیب الرحمٰن پاکستان سے بنگلہ دیش چھین لیں۔ یا کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ ہندوستان کو امریکہ اور چین کے تعلقات میں نئی تبدیلیوں کا کچھ علم ہو گیا ہو؟ بہر حال وجہ کچھ ہی ہو انہوں نے سیاسی بات چیت کے آخری مرحلے میں تباہ کن قدم اٹھائے۔

مجیب الرحمٰن کو میں نے بہتر طریقے پر اس وقت سمجھا جب جنوری 1971ء میں ہم ڈھاکہ گئے اور ان سے میری ملاقاتیں ہوئیں۔ میں نے انہیں بڑا خوش اخلاق پایا۔ وہ ان مسائل پر جن سے وہ بخوبی واقف تھے۔ بہت واضح اور دل نشیں طریقے پر بات کرتے تھے۔ لیکن جن معاملات کا انہیں صحیح طور پر علم نہیں تھا۔ ان پر وہ بات فوراً ختم کر دیتے تھے۔ انہیں عالمی امور کی محض سرسری معلومات تھیں اور بعض بنیادی معاملات میں ان کا رویہ بڑا سطحی تھا۔ ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن مجھے مجیب الرحمٰن سے کوئی ذاتی پرخاش نہیں ہے۔ جب وہ جیل میں تھے تو میں کئی مرتبہ ان کے گھر والوں سے ملنے گیا اور اگرتلا سازش کیس کے دوران ان سے علالت میں جا کر ملا۔

جب وزر خارجہ کی حیثیت سے میں 1966ء میں ان کی گرفتاری سے پہلے ان سے ملا تھا تو میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ کوئی جوشیلی حرکت نہ کریں۔ اس وقت میں ان سے

www.bhutto.org

چھ نکات پر بحث کرنا چاہتا تھا تاکہ کوئی تصفیہ ہو جائے اور ملک میں کوئی جھگڑا نہ ہو۔ میں مغربی پاکستان کا پہلا سیاست دان تھا جس نے مغربی بازو کے لوگوں کو خبردار کیا تھا کہ اگر ان چھ نکات کا تصفیہ کرنے کے لئے صحیح پر بحث نہ ہوئی تو ہو سکتا ہے، یہ چھ نکات پاکستان کے لئے ایک مصیبت بن جائیں۔ بعد میں میری خواہش اور تمنا یہ تھی کہ مجیب الرحمٰن چھ نکات پر سمجھوتہ کرلیں اور پاکستان کے وزیراعظم بن جائیں لیکن تقدیر کا فیصلہ کچھ اور ہی تھا۔

شیخ مجیب الرحمٰن سے میرے اختلاف کی نوعیت اقتدار کے لئے کشمکش کی نہیں تھی۔ تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے میں نے بنگال کو اس کا صحیح مقام دینے کی ضرورت کو ہمیشہ تسلیم کیا تھا اور اسمبلی میں شیخ مجیب الرحمٰن کی اکثریت کے معنی قدرتی طور پر یہ تھے کہ وہ پاکستان کے وزیراعظم ہوں گے۔ عام انتخابات کے فوراً بعد میں نے ان کو ان کی عظیم کامیابی پر مبارکباد دی اور اس کے بعد ہی سندھ میں کوٹری کے مقام پر ایک تقریر میں خبردار کیا کہ کچھ لوگ جو جمہوریت کے دشمن ہیں ہمارے درمیان اختلافات پیدا کرنے کی کوشش سے باز رہیں۔ میرے مخالفوں نے میرے خلاف یہ شرانگیز بات پھیلائی کہ چونکہ مجیب الرحمٰن کی مکمل اکثریت کی وجہ سے میں ایک پاکستان کا وزیراعظم نہیں بن سکتا۔ اس لئے میں مغربی پاکستان کا وزیراعظم بننے کی ترکیبیں کررہا ہوں۔ میرے ہر عمل نے ثابت کردیا ہے کہ یہ بالکل غلط بات تھی۔ پاکستان کے لوگ جانتے ہیں کہ میں نے کتنی ثابت قدمی سے پاکستان کی سالمیت کے لئے جدوجہد کی ہے۔ عام انتخابات کے بعد جب میرے سامنے یہ خیال ظاہر کیا گیا تو اس پر میرا ردعمل کیا تھا؟ یہ ایک غیرملکی نامہ نگار نے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"مسٹر بھٹو یہ بات سنکر تلملا اٹھے۔ انہوں نے کہا۔ مجھے تصور پاکستان سے ایسی

www.bhutto.org

والہانہ وابستگی ہے کہ میں ایسی بات سوچ بھی نہیں سکتا۔"

اس توہین آمیز تجویز کو میں نے آخر تک ٹھکرایا۔ جب مجیب الرحمٰن نے اپنی دو کمیٹیوں کی تجویز پیش کی تب بھی میں نے اس کو ٹھکرا دیا حالانکہ اس سے پیپلز پارٹی کو مغربی پاکستان پر مکمل اقتدار حاصل ہو جاتا۔

میرے اور مجیب الرحمٰن کے درمیان اختلافات اصولوں پر ہوئے۔ یہ کشمکش انصاف کی دو متضاد تصورات کے درمیان تھی۔ مجیب الرحمٰن کے نزدیک انصاف کا تصور یہ تھا کہ بنگال آزاد ہو اور میرے نزدیک یہ تھا کہ پاکستان سلامت رہے۔ ان کے لئے چھ نکات عوام کی ملکیت تھے، میرے لئے پاکستان عوام کی ملکیت تھا۔ ہمارے اور ان کے نقطۂ نظر کے درمیان یہی جھگڑا تھا۔

آخری فیصلہ

اللہ ہر عمل کو دیکھتا ہے اور تاریخ کے فیصلے سچے ہوتے ہیں۔ آج کے واقعات کی بار بار چھان پھٹک ہوگی اور اس کے بعد تاریخ اپنا آخری فیصلہ دے گی۔ اگر تاریخ نے اس کی تصدیق کر دی کہ شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کی عوامی لیگ کی قیادت میں مشرقی پاکستان میں علیحدگی کی تحریک تھی تو یہ ایک فیصلہ ہوگا۔ لیکن اگر آنے والے زمانے نے طے کیا کہ چھ نکات علیحدگی کی ایک خفیہ سکیم نہیں تھے۔ بلکہ ایک واحد پاکستان کے دائرے میں صوبائی خودمختاری کا مطالبہ تھے تو پھر فیصلہ مختلف ہوگا۔ اسی کی روشنی میں یہ فیصلہ ہوگا کہ ہمارے عمل صحیح تھے یا غلط اور یہ کہ ہم نے جو قدم اٹھائے وہ اعلیٰ ترین قومی مفاد کی خاطر اٹھائے یا اس میں ہماری ذاتی اغراض و خواہشات شامل تھیں۔

حقیقتاً زیادہ سے زیادہ داخلی خودمختاری اور علیحدگی میں بہت ہی تھوڑا فرق ہے۔ ایک کمزور وفاق، کنفیڈریشن اور قریب قریب آزادی میں تمیز کرنا مشکل ہے۔ جیسا کہ چھ

www.bhutto.org

نکات کی مختلف تعبیروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ بعض کے نزدیک چھ نکات کا مطلب زیادہ سے زیادہ داخلی خودمختاری اور بعض کے نزدیک علیحدگی ہو سکتا ہے۔ یہ بحث کبھی نہ ختم ہونے والی ہے۔ لیکن سوال محض چھ نکات کے مطلب اور امکانی اثرات کا نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ چھ نکات کے پیچھے نیت اور ارادے کیا تھے۔ اس کی مثال قانون میں ایسی ہی ہے جیسے عمل اور عمل کی پشت پر جو ذہن کارفرما ہے وہاں یہ بات بنیادی اہمیت رکھتی ہے کہ ایک ملک کا آئین بنانے اور اس پر عمل کرنے میں کیا نیت کارفرما ہے۔ اسٹالن کا دیا ہوا روس کا 1936ء کا آئین جس پر اب تک عمل ہو رہا ہے۔ وفاقی یونٹوں کو مکمل داخلی خود مختاری اور علیحدگی کا حق دیتا ہے لیکن اس کے پیچھے جو نیت ہے وہ 1956ء میں ہنگری میں اور 1968ء میں چیکوسلاویکیہ میں روس کی کارروائی سے معلوم ہو جاتی ہے، حالانکہ یہ دونوں خودمختار مملکتیں ہیں۔ بعد کا منشور برزنیف بھی اسی نیت کا اظہار ہے۔ اسی لئے شیخ مجیب الرحمٰن اور عوامی لیگ ہائی کمان کی نیت اور ارادے بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

ابتداء میں شیخ مجیب الرحمٰن کی نیت چاہے کچھ ہی ہو، انتخابات میں اپنی زبردست کامیابی کے بعد ان کی نیت کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ان کا مقصد ایک آزاد اور خودمختار بنگلہ دیش تھا، چاہے وہ اس مقصد کو ایک مرحلے میں حاصل کرتے یا دو مرحلوں میں اور چاہے اس کے لئے کوئی بھی چال چلنی ہوتی اور کوئی بھی وقت متعین کرنا ہوتا ہے۔ انہیں مغربی پاکستان سے نفرت تھی اور وہ پاکستان سے قطعی بیزار تھے۔ اگر اس کے لئے کوئی اور ثبوت درکار ہے تو وہ 25 مارچ سے پہلے کے واقعات سے اور 25 مارچ کے بعد ہندوستان سے مل کر جو منظم سازش کی گئی تھی اس کے پوری طرح ظاہر ہونے سے مل جاتا ہے۔ یہ تمام واقعات سب کے سامنے ہیں اور وہ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔

جہاں تک میرا تعلق ہے میں وہ گفتگو دہراتا ہوں جو عام انتخابات سے چند مہینے قبل

www.bhutto.org

میرے اور صدر کے پرنسپل سٹاف آفیسر، لیفٹیننٹ جنرل پیرزادہ کے درمیان ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھ سے یہ دوٹوک سوال کیا کہ میرے خیال میں مجیب الرحمٰن کے اصل ارادے کیا ہیں۔ میں نے بلا پس و پیش جواب دیا "علیحدگی۔" تاہم انتخابات کے بعد میں نے ایک پاکستان کے دائرے میں سیاسی تصفیہ کرنے کی پوری کوشش کی کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو خون خرابہ ہوگا۔

26 مارچ سے جو خون خرابہ ہوا ہے وہ یقیناً قابل نفریں ہے لیکن یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ اگر علیحدگی 26 تاریخ کو رونما ہو جاتی جیسا کہ منصوبہ تھا تو مشرقی پاکستان کی غیر بنگالی آبادی کا صفایا ہو جاتا اور لاکھوں آدمیوں کو اپنا گھر بار چھوڑ کر وہاں سے نکل جانا پڑتا۔ یہی سلوک مغربی بازو میں بنگالیوں کے ساتھ کیا جاتا۔ حقیقت یہ ہے کہ 2 مارچ کے بعد جب عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان میں قتل و غارتگری مچائی تو مغربی بازو میں جوابی کارروائی کو روکنے کے لئے پیپلز پارٹی کو مسلسل کوشش کرنا پڑی۔ یہ پیپلز پارٹی کا کارنامہ ہے کہ مغربی بازو میں کسی بنگالی پر حملہ نہیں ہونے دیا گیا۔ سخت کشیدگی کی اس فضاء میں ہماری کوششوں کے بغیر ایسا نہیں ہوسکتا تھا۔

حالیہ واقعات میں پیپلز پارٹی کے کردار کے بارے میں بہت کچھ جھوٹے الزامات لگائے گئے ہیں۔ ایک وقت آئے گا کہ 1971ء کا عظیم المیہ ماضی کی داستان بن جائے گا۔ مغربی بازو کے سیاستدان انتخابات میں پیپلز پارٹی کے ہاتھوں اپنی ذلت آمیز شکست کو فراموش کر دیں گے اور مشرقی بازو میں پیپلز پارٹی کے خلاف عوامی لیگ کی، بالخصوص فروری اور مارچ کے مہینوں میں، پھیلائی ہوئی نفرت بتدریج دور ہو جائے گی۔ اس وقت اس بحران کو روکنے میں پیپلز پارٹی کے کردار کو سراہا جائیگا۔ اس وقت اس حقیقت کا اعتراف ہوگا کہ پیپلز پارٹی نے ملک کو درپیش سنگین مسائل کا منصفانہ تصفیہ کرنے کی ہر ممکن

www.bhutto.org

کوشش کی۔ پیپلز پارٹی پر نکتہ چینی کرنے والے معقولیت کی روشنی میں پارٹی کے کردار پر پھر سے غور کریں گے اوران کی رائے بدل جائے گی۔ گرچہ اس بیانیہ کے اوائل حصہ میں ہی ہمارا جواب بڑی وضاحت کے ساتھ دیا جا چکا ہے لیکن میں اس کا لب لباب پھر بیان کر دینا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے تو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ مجیب الرحمٰن قومی اسمبلی کے اندر چھ نکات پر سمجھوتہ کر لینے پر تیار ہو جاتے اس لئے پیپلز پارٹی کا 15 فروری کو قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت سے انکار کرنا غلط تھا۔ یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ پیپلز پارٹی نے اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کرنے سے انکار نہیں کیا تھا۔ کچھ لوگوں نے ہم پر اسمبلی کا بائیکاٹ کرنے کا غلط الزام لگایا ہے۔ 15 فروری کو کیا ہوا؟ ہم نے عوامی لیگ سے صرف یہ یقین دہانی چاہی کہ وہ معقول تجاویز قبول کرے گی اور چھ نکات پر اڑی نہیں رہے گی۔ لیکن مجیب الرحمٰن نے کسی قسم کا بھی یقین دلانے سے انکار کر دیا۔ یہی نہیں اس سے پہلے بھی جنوری میں ڈھاکہ میں اپنی ملاقاتوں کے دوران ہم نے عوامی لیگ کے لیڈروں سے بار بار یہ پوچھا کہ کیا چھ نکات کے بارے میں ان کا موقف ایک سیاسی رویہ ہے جو قومی اسمبلی کے اندر نرم ہو جائے گا۔ لیکن انہوں نے ہمیں جواب دیا کہ ہم ایسی کوئی توقع نہ رکھیں۔ اس لئے اس دعویٰ میں کوئی وزن نہیں کہ اگر قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی نہ ہوتا تو مجیب الرحمٰن چھ نکات پر سمجھوتہ کر لیتے۔ وہ مسلسل اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور انہوں نے تعطل کو ختم کرنے کی ہر معقول تجویز ٹھکرا دی۔ جوں جوں وہ اقتدار کے قریب آتے گئے توں توں ان کی ہٹ دھرمی بڑھتی گئی۔ انتخابات سے پہلے انہوں نے کہا تھا کہ چھ نکات کتاب مقدس نہیں ہیں۔ انتخابات کے بعد وہ کہنے لگے کہ چھ نکات عوام کی ملکیت ہیں اور ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ان حالات میں کس کو یہ یقین آ سکتا تھا کہ مجیب الرحمٰن اسمبلی

www.bhutto.org

میں اپنی مکمل اکثریت کے ہوتے ہوئے اچانک بدل جائیں گے۔اس کے علاوہ یہ بات بھی نہیں بھولنی چاہئے کہ 28 فروری کو میں نے کہا تھا کہ اگر مجیب الرحمٰن اپنے رویہ میں لچک پیدا کرنے کا کوئی یقین دلانے کو تیار نہیں ہیں تو آئین سازی کے لئے ایک سو بیس دن کی شرط ہٹادی جائے تاکہ مسودہ آئین پر پوری طرح بحث ہو سکے۔

یہ متبادل تجویز بھی قبول نہیں کی گئی۔ ہر مرحلہ پر ہماری منصفانہ سمجھوتے کی کوشش ناکام بنادی گئی۔

دوسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ اگر پیپلز پارٹی قومی اسمبلی میں عوامی لیگ کی حکومت کے مقابل حزب اختلاف کا کردار قبول کر لیتی تو موجودہ بحران پیدا نہ ہوتا۔ حزب اختلاف کا کردار ادا کرنے کا سوال اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب آئین موجود ہو۔ اگر آئین ہوتا تو وہ یقیناً چھ نکات پر مبنی آئین ہوتا۔ کیونکہ عوامی لیگ اس سے کم کسی بات پر تیار ہی نہیں تھی۔ اس قسم کا آئین پیپلز پارٹی کے لئے ناقابل قبول تھا۔ کیونکہ یہ پاکستان کی بنیادوں پر ہی ضرب لگاتا۔ اس سے قطع نظر، چھ نکات پر مبنی آئین میں یوں بھی حزب اختلاف کے لئے کوئی کردار ادا کرنے کی گنجائش ہی نہ ہوتی۔ کیونکہ چھ نکات کے تحت مرکز کے پاس صرف دفاع اور خارجہ پالیسی رہ جاتی اور خارجہ پالیسی میں بھی بیرونی تجارت اور امداد نکال دی جاتی۔ کسی بھی معیار سے جانچا جائے۔

ایسی صورت میں خود قومی اسمبلی کا وجود بیکار ہو جاتا۔ چہ جائیکہ اس میں کسی حزب اختلاف کی موجودگی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حزب اختلاف کس کے خلاف ہوتی؟ بہر حال ہم نے اپنے معترضین کا جواب دے دیا ہے لیکن ان حضرات نے جو اس عظیم اتحاد کے خلاف جو پیپلز پارٹی قومی مفاد میں چاہتی تھی مجیب الرحمٰن کی حمایت کی۔ کیا وہ اسے حق بجانب ثابت کر سکتے ہیں؟

www.bhutto.org

حال اور مستقبل

آج ملک میں خلفشار ہے۔ ہندوستان علانیہ مجیب الرحمٰن کا ساتھ دے رہا ہے۔ قوم اپنی بقاء کے لئے لڑ رہی ہے۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ ملک متحد رہے۔ مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائیاں جاری ہیں۔ مزاحمت کے آخری ٹھکانے ختم کئے جا رہے ہیں۔ گو حالات ایک لمبے عرصے تک معمول پر نہیں آ سکیں گے، تاہم یہ انتہائی ضروری ہے کہ صورتحال پر قابو پا لیا جائے۔ تشدد کی اکا دکا وارداتیں اور تصادم ہوتے رہیں۔ لیکن انہیں ناگزیر سمجھ کر قبول کرنا ہو گا۔ جس چیز کو روکنے کی ضرورت ہے وہ طویل گوریلا جنگ ہے۔ مشرقی پاکستان اپنی وسیع آبادی، کٹی پھٹی زمین، ناکافی مواصلات اور لوگوں میں بے اطمینانی کے باعث گوریلا جنگ کے لئے نہایت موزوں ہے۔ خوش قسمتی سے عوامی لیگ کی علیحدگی کی تحریک شہروں تک محدود تھی اور اس کا زہر دیہات میں نہیں پھیلا تھا۔ اس کے علاوہ دائیں بازو کی کسی تحریک کے لئے ایک طویل گوریلا جنگ کی قیادت کرنا یا اسے برقرار رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن اگر سیاسی تصفیے میں تاخیر ہوئی تو ہو سکتا ہے تھوڑے عرصے کی خاموشی کے بعد گوریلا سرگرمیاں بڑھ جائیں۔

فوج کو سرعت کے ساتھ کارروائی کرنی ہو گی۔ لیکن سختی کے ساتھ نہیں۔ باغیوں کو ایک ایک کر کے باہر نکالنا اور ختم کرنا ہو گا۔ عام تباہی سے کام نہیں چلے گا۔ اس سے مسئلہ اور الجھ جائے گا۔ بے گناہ لوگ فوجی کارروائی کا شکار ہو جائیں گے اور دشمن بن جائیں گے جس کے نتیجے میں مزید فوجی کارروائی ضروری ہو جائے گی۔ اس کے لئے اور فوج درکار ہو گی اور اس طرح ایک کبھی نہ ختم ہونے والا چکر چل نکلے گا۔ ٹینک اور بھاری ہتھیار مستقل استعمال نہیں کئے جا سکتے اور نہ ہر اہم مقام پر اور ہر فرد کے پیچھے ایک ایک سپاہی

www.bhutto.org

لگایا جا سکتا ہے۔ ہندوستان کے ساتھ ہماری سرحد دو ہزار تین سو میل لمبی ہے اور اسے آسانی کے ساتھ عبور کیا جا سکتا ہے۔ یہ سرحد پوری طرح بند نہیں کی جا سکتی۔ بارش اور سیلاب کا زمانہ جلد آنے والا ہے۔ حکومت کو متحرک فوجی کارروائیوں کا ایک طریقہ وضع کرنا ہوگا۔ ان سب باتوں کا انحصار بڑی حد تک سراغرسانی کے ایک مؤثر نظام پر ہے اور سراغرسانی کرنے والوں کو مقامی آبادی پر بھروسہ کرنا ہوگا۔

سراغرسانی کے محکمے، خاص طور پر وہ جن کا تعلق مشرقی پاکستان کی حکومت سے ہے، اپنے فرائض میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں فوجی تیاریاں یا تو ان کے علم ہی میں نہیں آئیں یا انہیں روکنے کی کوشش نہیں کی گئی۔ یہ کیسے ہوا کہ ڈھاکہ میں پولیس کے ایک تھانے میں سولہ ہزار رائفلیں جمع تھیں اور 25 مارچ کی رات کو سڑکوں پر اتنی رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں؟ کیا یہ کسی کو معلوم نہیں تھا کہ 23 مارچ کو نصب کرنے کے لئے بنگلہ دیش کے ہزاروں جھنڈے تیار کئے جا رہے ہیں؟ کیا کسی کو ان راستوں کا علم نہیں تھا جن کے ذریعہ ہندوستان سے مداخلت کار اور ہتھیار آ رہے تھے؟ اگر حکومت نے ان تمام چیزوں کی طرف سے جان بوجھ کر آنکھیں بند نہیں کر لی تھیں تو یقیناً اس کے سراغرسانی کے محکمے اپنے فرائض کی ادائیگی میں ناکام رہے اور حکومت کو صحیح معلومات مہیا نہیں کی گئیں۔ یہ بات ناقابل معافی ہے کہ شیخ مجیب الرحمٰن کے سوا عوامی لیگ کے تمام لیڈروں کو فرار ہو کر کلکتہ پہنچ جانے دیا گیا جہاں انہوں نے نام نہاد بنگلہ دیش کی حکومت قائم کر لی۔ حکومت کو ہنگامی صورتحال سے نمٹنے کے لئے سراغرسانی کے محکموں کو کافی بہتر بنانا ہوگا۔

لیکن زور دینے کی بات یہ ہے کہ اصل مسائل اس وقت پیدا ہوں گے جب امن و امان قائم ہو جائے گا۔ آخری حل لازمی طور پر سیاسی ہونا چاہئے۔ فوجی تدابیر بے معنی

www.bhutto.org

ہیں۔ اگر وہ کسی مجموعی سیاسی پالیسی کا جزو نہ ہوں۔ فوری اور تھوڑی مدت کی تدابیر تک میں آخری مقصد کو بڑی حد تک سامنے رکھنا پڑے گا۔ مشرقی پاکستان میں مقصد کیا ہے اور اسے کس طرح بہتر سے بہتر طریقے پر حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اگر مشرقی پاکستان کو بچانا ہے تو اسے مطمئن کرنا ہوگا۔ سیاسی اور اقتصادی دونوں قسم کے تسلط اور استحصال کو ختم کرنا ہوگا۔ مشرقی پاکستان میں جب تک امن و امان بحال نہیں ہوگا۔ اس وقت تک کوئی قطعی تصفیہ نہیں ہوسکتا لیکن اس دوران میں کوئی سیاسی خلاء بھی نہیں ہونا چاہئے۔ اگر سیاسی خلاء پیدا ہونے دیا گیا تو آخری حل ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے گا۔ اگر صحیح وقت پر صحیح راستہ اختیار نہ کیا گیا تو مشرقی پاکستان، پاکستان کا حصہ نہیں رہے گا۔ اگر مشرقی پاکستان کے لوگوں کو ان کے جائز حقوق نہ دیئے گئے تو مشرقی پاکستان کے لوگوں کو پاکستان سے کیا دلچسپی رہ جائے گی؟ پاکستان میں شامل رہنے کے فائدے بلا تاخیر ظاہر ہونے چاہئیں اور ان میں اتنی دلکشی ہونی چاہئے کہ جو مشرقی پاکستان کے لوگوں کو مائل کرسکیں۔ مشرقی پاکستان کے لوگوں کو یہ پوری طرح باور کرا دینے کی ضرورت ہے کہ وہ قوم کا ایک جزو لاینفک ہیں۔ انہیں الفاظ سے نہیں عمل سے یقین دلانے کی ضرورت ہے۔ انہیں الفاظ سے بہت دنوں دھوکہ دیا گیا ہے۔

سیاسی سطح پر حالات کے معمول پر لانے کے ساتھ ساتھ اعتماد بھی بحال ہونا ضروری ہے۔ عوامی لیگ کو غیر قانونی جماعت قرار دینا لازمی تھا۔ جو پارٹی علیحدگی چاہتی ہو اس پر پابندی لگنا لگتی ہے۔ لیکن عوامی لیگ میں کٹر علیحدگی پسندوں اور پارٹی کے باقی لیڈروں اور کارکنوں کے درمیان تمیز کرنا ضروری ہے جو پارٹی سے اور اس کے علیحدگی پسند لیڈر سے بے تعلقی کا اظہار کردے اور یہ اعتراف کردیں کہ وہ گمراہ ہوگئے تھے۔ انہیں معاف کردیا جائے۔ بعض صورتوں میں دونوں قسم کے لوگوں میں فرق کرنا بہت مشکل ہوگا۔

www.bhutto.org

لیکن زیادہ تر معاملوں میں کم و بیش بلا خطر یہ تمیز کی جا سکتی ہے۔ اسمبلیوں میں ان کی رکنیت ختم نہ کی جائے۔ بلکہ ان کو یہ اجازت دی جائے کہ چاہے وہ موجودہ پارٹیوں میں سے کسی ایک میں شامل ہو جائیں یا آزاد رہیں حکومت کی کامیابی کا بڑی حد تک انحصار اس بات پر ہوگا کہ وہ کتنے عوامی لیگی لیڈروں اور کارکنوں کو علیحدگی پسندوں کی تحریک سے الگ کر لیتی ہے۔ یہ مقصد صوبوں کو زیادہ سے زیادہ داخلی خودمختاری دے کر اور سوشلزم پر مبنی معاشی نظام قائم کر کے بڑی حد تک پورا کیا جا سکتا ہے۔

ان سیاست دانوں کو جو انتخابات میں بری طرح ہار چکے ہیں اور جن سے مشرقی پاکستان کے لوگ نفرت کرتے ہیں آگے بڑھانے سے مشرقی پاکستانیوں کا اعتماد حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ ان سیاستدانوں کو حال کے مشکل دنوں میں تو محدود طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن ایک لمبے عرصے تک ان کو آگے بڑھانے سے فائدے کے بجائے نقصان ہوگا۔ سب سے زیادہ توجہ ان عوامی لیگیوں کی طرف دی جانی چاہئے جو یہ اعتراف کر لیں کہ ان کی ہائی کمان نے انہیں گمراہ کیا اور دھوکہ دیا اور جو پاکستان کی سالمیت کے لئے کام کرنے کو تیار ہوں۔

جونہی اعتماد بحال ہوگا وہ دشمنی بھی ختم ہو جائے گی جو عوامی لیگ نے مغربی بازو سے پیدا کرا دی تھی۔ مغربی بازو کی سیاسی شخصیتوں کو اس عمل میں مدد دینا چاہئے۔ انہیں برابری کا اصول بحال کرنے اور مشرقی بازو میں تین صوبے بنانے کی باتیں کر کے مشرقی پاکستانیوں کے احساسات کو اور مجروح نہیں کرنا چاہتے۔ کیونکہ یہ تصورات مشرقی پاکستان کی حیثیت اور کردار کو کم کرتے ہیں اور آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے لے جاتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک طاقتور مرکز کے بارے میں غیر ذمہ دارانہ بیانات سے پرہیز کیا جائے کیونکہ اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ اور زیادہ تسلط اور استحصال مقصود ہے۔ کوئی

www.bhutto.org

اس طریقے سے مشرقی پاکستان کے لوگوں کو ان کے جائز اور پیدائشی حقوق سے محروم نہیں کر سکتا۔

سیاسی سطح پر کوئی بھی کوشش بہر حال جمہوری نظام کی بحالی کا بدل نہیں ہو سکتی۔ جب تک عوام کی حکومت نہیں ہو گی، جب تک وہ نظم ونسق میں شریک نہیں ہوں گے اور جب تک قوم کا مقدر ان کے ہاتھ میں نہیں ہوگا، نہ موجودہ بحران پر قابو پایا جا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ترقی ہو سکتی ہے۔ فوجی حکومت جتنی جلدی عوام کے منتخب کو اختیارات سونپے گی اتنا ہی جلدی ملک کے مسائل کا حل نظر آنے لگے گا۔ اگر فی الحال پورے ملک میں جمہوری نظام بحال نہیں کیا جا سکتا تو کم از کم ان حصوں میں بحال کر دیا جائے جہاں کیا جا سکتا ہے۔ مفاد پرستوں کے ایجنٹ اور وہ پارٹیاں جو عام انتخابات میں ہار گئی ہیں، عوام کے منتخب نمائندوں کو اختیارات کی منتقلی کی مخالف ہیں۔ وہ یہ دلیل پیش کرتی ہیں کہ اگر مغربی بازو کے صوبوں میں منتخب نمائندوں کو فوراً اختیارات منتقل کر دیئے گئے اور مشرقی پاکستان میں منتقل نہ کئے گئے تو اس سے صورتحال اور بگڑ جائے گی اور مشرقی پاکستان میں نو آبادیاتی حکومت کا جو الزام لگایا جاتا ہے اس کو تقویت پہنچے گی۔ اس ٹولی کو جس نے اندرونی نو آبادیاتی نظام قائم رکھا ہے، اصل خدشہ یہ ہے کہ اختیارات پیپلز پارٹی کو منتقل کر دیئے جائیں، اس پارٹی کو جو ان ہی مفاد پرستوں پر کاری ضرب لگانے اور سارے ملک میں ماضی کی زیادتیوں کا ازالہ کرنے کا عزم رکھتی ہے۔ ستم یہ ہے کہ یہ لوگ پیپلز پارٹی پر ہوس اقتدار کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ وہی ہیں جنہیں عوام نے انتخابات میں ٹھکرا دیا ہے لیکن پھر بھی مختلف ترکیبوں اور چالوں کے ذریعے اقتدار سے چمٹے ہوئے ہیں۔ پیپلز پارٹی کا انتقال اختیارات کا مطالبہ اقتدار کی ہوس کا اظہار نہیں بلکہ عام لوگوں کی خواہشات اور امنگوں کا آئینہ دار ہے جنہوں نے پارٹی کو ووٹ دیئے ہیں۔

www.bhutto.org

پاکستان کے کسی بھی حصہ میں جمہوریت کا فروغ سارے ملک میں اس کی بحالی میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔ اگر اور کچھ نہیں تو اتنا ضرور ہوگا کہ اس سے مشرقی پاکستان میں ان لوگوں کو جو ابھی تک لڑ رہے ہیں، ہتھیار ڈالنے اور لڑائی بند کر کے اپنے جمہوری حقوق اور ذمہ داریاں سنبھالنے کی ترغیب ہوگی۔ اس کے علاوہ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ مشرقی پاکستان میں ایک سیاسی پارٹی بلکہ اس پارٹی کے اندر چند مٹھی بھر افراد کے گناہوں کی سزا پورے ملک اور تمام صوبے کیوں بھگتیں؟ بیشتر وفاقوں میں عام رواج یہ ہے کہ اگر کسی ایک وفاقی یونٹ میں بحران پیدا ہو جاتا ہے یا انتظامیہ ناکام ہو جاتی ہے تو مرکزی اتھارٹی صرف اس یونٹ کا نظم و نسق سنبھال لیتی ہے۔ ہمسایہ ملک ہندوستان میں ایک تہائی وفاقی یونٹوں میں صدر راج نافذ رہا ہے اور ان یونٹوں کی آبادی ہندوستان کی پوری آبادی کے نصف سے زیادہ تھی۔

اس سے لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں کو حکومت میں شریک ہونا چاہئے۔ ایسے حالات میں کہ مشرقی بازو میں فوجی کارروائی جاری ہے، ہندوستان جنگ کرنے پر تلا ہوا ہے اور مغربی بازو میں مایوسی بڑھتی جا رہی ہے، موجودہ حکومت اپنا فوجی، نوکر شاہی راج برقرار رکھ کر بحران پر قابو پا لینے کی توقع نہیں کر سکتی۔ صرف ایک حقیقی نمائندہ حکومت ہی جسے عوام کا اعتماد اور حمایت حاصل ہو کامیاب ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے پیپلز پارٹی کا یہ یقین ہے کہ عوام کی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے یہ نہ صرف اسکا حق ہے بلکہ اس کا فرض ہے کہ وہ منتخب نمائندوں کو اختیارات جلد منتقل کرنے کا مطالبہ کرے۔ اگر فوجی حکومت کو جمہوری حکومت میں تبدیل کرنے میں تاخیر ہوئی تو ہو سکتا ہے چند مہینوں کے اندر ملک تباہی کے غار میں گر جائے۔

اقتصادی استحصال اور مستقل سیاسی تسلط کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر مشرقی

www.bhutto.org

پاکستان کو سلامت رکھنا ہے تو استحصال کو ختم کرنا پڑے گا۔ اقتصادی میدان میں، مشرقی بازو کے ساتھ وہی سلوک کرنا ہوگا جو مغربی بازو کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ ماضی میں جو زیادتیاں ہوئی ہیں ان کی تلافی کرنے پر بھی مناسب توجہ دینا ہوگی۔ مغربی پاکستان کے سرمایہ داروں کو مشرقی پاکستان کا بطور ایک نجی منڈی کے استحصال بند کرنا ہوگا۔

مشرقی پاکستان کے اقتصادی مسائل پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے جن مسئلوں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے وہ غذا صحت اور آبادکاری کے مسئلے ہیں۔ قحط کے خطرے کو دور کیا جائے اور حکومت اس بات کا انتظام کرے کہ مناسب قیمتوں پر غلہ صحیح طور پر تقسیم ہو۔ ضروری اشیاء کی قیمتوں پر سخت کنٹرول کیا جائے۔ طبی جماعتیں دیہات کا دورہ کریں اور وبائی بیماریوں کو پھیلنے سے روکیں۔ آبادکاری کے کام کو اولیت دی جائے اور غریب لوگوں کی مصیبتیں اور پریشانیاں دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ سوشلسٹ انداز میں اقتصادی تدابیر اختیار کرنا پڑیں گی۔ مثال کے طور پر زراعت کے سب سے اہم شعبے میں مشرقی پاکستان میں جہاں اراضی مختصر اور پیداوار کم ہے، اصلاحات کسانوں کے تعلق سے کرنا ہوں گی۔ مشرقی پاکستان میں سب سے زیادہ مظلوم اور غریب طبقہ بٹائی پر کاشت کرنے والوں کا ہے۔ یہ کل آبادی کا پندرہ فیصدہ حصہ ہے۔ بٹائی پر کاشت کا طریقہ ختم کیا جائے اور بٹائی پر کاشت کرنے والوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔

اس کے ساتھ ساتھ چھوٹی اراضی کو کسانوں کی امداد باہمی کی انجمنوں کے ذریعے باہم یکجا کرنے کے لئے بڑے پیمانے پر مہم چلائی جائے۔ چھوٹی اراضی پر لگان معاف کر دیا جائے مگر یہ شرط لگا دی جائے کہ جو زمینیں امداد باہمی کی انجمنوں کے ذریعے اشتمال اراضی کے لئے دی جائیں گی۔ اُن پر لگان معاف ہوگا۔ یہ تدابیر فوراً اختیار کی جاسکتی ہیں۔ بعد میں زرعی شعبے میں زیادہ ہمہ گیر اصلاحات نافذ کی جاسکتی ہیں۔ چونکہ ہمارے

www.bhutto.org

عوام کی اکثریت دیہات میں رہتی ہے اس لئے ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا نہایت ضروری ہے۔ "چھوٹے زرعی شہروں" اور زرعی صنعتوں پر فوری توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ مشرقی پاکستان میں بے روزگار یا کم روزگار افراد کی بڑی تعداد کو تنہا زرعی شعبے میں نہیں کھپایا جا سکتا۔ اس میں اتنی گنجائش نہیں ہے۔ فوری طور پر بہت سے ایسے افراد کے لئے تعمیرات عامہ کے کاموں مثلاً سیلاب اور طوفان کی روک تھام اور سڑکوں کی تعمیر میں کھپانا پڑے گا۔ ان لوگوں کو اجرت ضروری اشیاء کی صورت میں ادا کی جا سکتی ہے۔ سرکاری شعبہ میں نئی نئی صنعتیں قائم کرنا ہوں گی تا کہ فاضل افرادی طاقت کو استعمال کیا جا سکے اور مشرقی بازو کی پیداواری صلاحیتوں کو پوری طرح روبہ عمل لایا جا سکے۔

حقیقی صوبائی خودمختاری کے مطالبے کو پورا کرکے اور استحصال کو ختم کر کے مشرقی پاکستان میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ جلد یا بہ دیر یہ کرنا ہی ہے۔ گزرا ہوا وقت واپس نہیں آ سکتا۔ گھڑی کی سوئیاں پیچھے نہیں کی جا سکتیں۔ مشرقی بازو سے مغربی بازو یا غیر ملکیوں کو سرمایہ کی منتقلی کو روکنا ہوگا۔ اس بات کا بھی انتظام کرنا ہوگا کہ مغربی پاکستان کی مصنوعات مشرقی بازو میں اس قیمت سے زیادہ پر فروخت نہ ہوں جن پر مغربی بازو میں فروخت ہوتی ہیں۔ کنٹرول کے ضابطوں پر سختی سے عمل کیا جائے اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزا دی جائے۔ صنعتوں کا انتظام مغربی پاکستانی بیوپاریوں سے لے لیا جائے اور مشرقی پاکستان میں سرکاری عہدہ داروں کے سپرد کر دیا جائے۔ مشرقی بازو کا کمایا ہوا زرمبادلہ دفاع سمیت مرکزی اخراجات کا منصفانہ حصہ ادا کرنے کے بعد مشرقی پاکستان میں خرچ کیا جائے۔ کرنسی اور بیرونی تجارت اور امداد کے امور مرکز ہی کے پاس رہیں۔ لیکن ان تحفظات کے ساتھ کہ مشرقی پاکستان اور دوسرے صوبوں کے حقوق پامال نہیں ہوں گے۔ مرکز کو اپنی اشد ضرورتیں پوری کرنے کے لئے ٹیکس لگانے کے جو

www.bhutto.org

اختیارات درکار ہوں، وہ بھی اس کو دیئے جاسکتے ہیں۔اس طرح سے مشرقی پاکستان کے لوگوں کے مطالبات ایک سچے وفاقی ڈھانچے کے اندر پورے کئے جاسکتے ہیں۔

لیکن مشرقی پاکستان میں ہی اسے ختم کیا جائے۔تمام مسائل کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے اور انہیں الگ نہیں کیا جاسکتا۔ہمیں اپنی قومی فکر ونظر اور ڈھانچے میں ایک انقلاب لانا ہے۔ ہماری حکومت کا یہ کہنا کہ ''لوگ ناہموار معاشی تقسیم کے مقابلے میں ترقی کی کم رفتار کو پسند کریں گے۔'' معاشی ترقی اور سماجی انصاف میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کے مترادف ہے اور یہ تصور قابل مذمت ہے۔ درحقیقت ان دونوں کو ساتھ ساتھ چلنا ہے اور سوشلسٹ نظام میں جس کا لوگوں نے عام انتخابات میں مطالبہ کیا ہے، یقیناً ایسا ہی ہوگا۔

ہمیں ناقابل معافی غلطیاں ورثے میں ملی ہیں۔ پرانے لیڈروں کی لغزشوں کا جواب ہم سے طلب کیا جارہا ہے۔ سطحی ذہنوں نے جو نہ سیاست کی ابجد سے واقف تھے اور نہ جنہیں تاریخ کا احساس تھا۔ایسے بنیادی سیاسی فیصلے کر ڈالے جو آج پاکستان کو تباہی کے کنارے تک لے آئے ہیں۔ ہم جو بنگال کے دلیر لوگوں سے محبت کرنے والے اور ان کی ثقافت اور روایت کے مداح تھے اور داخلی نوآبادیاتی نظام اور استحصال کو ختم کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے ان کے غیض وغضب کا نشانہ بن گئے۔ یہ کسی ستم ظریفی ہے! لیکن ہم اپنی ذمہ داریوں سے پہلوتہی نہیں کرسکتے۔ہمیں عظیم چیلنج کا سامنا کرنا ہے ہمیں اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ یہ بہت بڑا کام ہے لیکن پاکستان کا مستقبل داؤ پر ہے۔ہمیں ایک نیا نظام قائم کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی ہے۔ایسا نظام جس میں انسان کے ہاتھوں انسان کا اور ایک علاقے کے ہاتھوں دوسرے علاقے کا استحصال ختم ہو جائے اور خوشحالی، ترقی اور بھائی چارے کا ایک نیا دور شروع ہو جائے۔ ہم وہ حقیقی پاکستان بنانا چاہتے ہیں جس

www.bhutto.org

کے لئے لاکھوں مسلمانوں نے قربانیاں دیں اور جانیں نچھاور کر دیں۔ ہم عوام میں ابھرنے والی نئی قوتوں سے سے ایسا کر سکتے ہیں۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ عوام کے ترجمان کی حیثیت سے مجھے پاکستان سے ذاتی دلچسپی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہر شہری کو پاکستان سے ایسی ہی وابستگی ہونی چاہیے۔ نوجوانی کے زمانے میں، میں نے دنیا میں پاکستان کے مقام کا مطالعہ کیا ہے۔ اس زمانے سے میں پاکستان میں اہم عہدوں پر فائز رہا ہوں، میں نے ڈکٹیٹری کی ناراضگی اور ظلم سہے ہیں، لیکن میرے اصلی خیالات میں کوئی تبدیلی نہ آسکی۔ پاکستان کے ماضی کی بے شمار غلطیوں اور موجودہ بحران کی ناقابل برداشت اذیت کے باوجود ہم میں وہ گنجائش اور صلاحیت موجود ہے کہ ہم ملک کے حالات کو درست کر سکتے ہیں۔

ملک کو یہ پتہ نہیں کہ اسے کدھر جانا ہے۔ سیاسی افراتفری نے حالات کو اور بگاڑ دیا ہے۔ قوم غیر معینہ مدت تک عالمِ برزخ میں نہیں رہ سکتی۔ بدعنوانیاں اور رشوت ستانی اپنے عروج کو پہنچ گئی ہے اور بہت ساری برائیاں دور دور تک پھیل گئی ہیں۔ کیونکہ نظم و نسق عوام کے سامنے جوابدہ نہیں ہے۔ عوام پر مایوسی کے بادل چھا رہے ہیں۔ نوجوان نسل شکوک و شبہات میں مبتلا ہے اور اس میں دوری کا احساس پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ ہم اپنے نوجوانوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ہم نے مشرقی پاکستان کے نوجوانوں کو ہندو ٹیچروں اور پروفیسروں کے سپرد کر کے ناقابلِ تلافی نقصان اٹھایا ہے۔ ہم نے موجودہ نسل کو ضائع کر دیا ہے۔ لیکن ہم آئندہ نسل کو ضائع نہیں کر سکتے۔

کراچی میں سکول کے چند طلباء نے حال ہی میں ایک رسالہ نکالا ہے جس کا نام انہوں نے "Venceremos" رکھا ہے۔ یہ ہسپانوی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں ''غالب آجائیں گے۔''

www.bhutto.org

عظیم المیہ

اس رسالے کے پہلے شمارے میں ایک نوجوان طالب علم نے ''حقیقت کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ یہ مضمون اس طرح شروع ہوتا ہے:

''میرے ذہن میں کچھ سوال ابھرتے ہیں...... میں ایک سچا پاکستانی ہوں۔ پاکستان میں پیدا ہوا، اسی سرزمین میں پلا بڑھا، اسی سے تہذیب سیکھی اور اسی نے میرے خیالات سنوارے۔ لیکن اس کے باوجود میں یوں محسوس کرتا ہوں جیسے میں ایک سسکتے ہوئے معاشرے کا فرد ہوں ...... پاکستان میں پیدا ہونے والے پہلے بچے کو انحطاط کا اذیت ناک احساس ہے۔ وہ اپنے آپ کو خالی خالی سا محسوس کرتا ہے، جیسے اس کے سامنے کوئی مقصد کوئی نظریہ نہ ہو جس کے لئے وہ جدوجہد کرے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ وہ پرجوش لوگ کہاں ہیں جنہوں نے ہمیں ایک قوم بنایا۔ وہ نسل کہاں گئی؟ اس نے ہمیں وہ نظریات کیوں نہیں دیئے جن کے لئے اس نے جدوجہد کی تھی۔ وہ نظریات جنہوں نے اس ملک کو زندہ سلامت رکھا جس کے بارے میں دنیا نے کہہ دیا تھا کہ وہ قائم نہیں رہ سکتا۔ آج ہماری زندگی کے اقدار عجیب وغریب ہیں، کردار سے زیادہ بھڑکیلے کپڑوں کی قدر کی جاتی ہے۔ آج انسان کو اس کی موٹر اور اس کی مالی حیثیت سے جانچا جاتا ہے۔ یہ تصور ہمیں کس نے دیا؟ میرا تعلق مالدار طبقے سے ہے، یہ طبقہ مر رہا ہے۔ کیا یہ فطری بات ہے کہ میں اپنے اردگرد کی دنیا کو چکنا چور ہوتے دیکھوں۔؟''

کوئی ایک نوجوان طالب علم آنے والی نسل کی نمائندگی نہیں کرتا لیکن اس طالب علم نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ صورت حال کی طرف اشارہ ضرور کرتے ہیں۔ ہمیں معاملات کو ازسرنو سدھارنے کے لئے ایک جامع سکیم شروع کرنا ہوگی۔ ورنہ ہم مر جائیں

www.bhutto.org

گے۔ اس لئے نہیں کہ پاکستان علاقائی اعتبار سے بٹا ہوا ہے بلکہ اس لئے کہ پاکستان ایک بیمار معاشرے سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمیں زندہ رہنے اور کامیاب ہونے کیلئے اپنے معاشرے میں انقلاب لانا ہوگا۔

ایک پاکستان

اس کتاب کے شروع میں، میں نے کہا تھا کہ پاکستان کا نقطۂ آغاز 1940ء کی قرارداد لاہور ہے۔ یہ تاریخ ہماری مقرر کی ہوئی ہے۔ ورنہ ایک اعتبار سے پاکستان کا نقطۂ آغاز ایک ہزار سال پہلے کا وہ دن ہے جب محمد بن قاسم نے سندھ کی سرزمین پر قدم رکھا اور برصغیر میں اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ بس اُسی دن سے برصغیر میں ہندو اور مسلمان، دو الگ الگ عنصر بن گئے۔ مغلیہ اور برطانوی دور کی تاریخ کے مطالعہ سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ برصغیر میں پاکستان کے بیج نے اس وقت جڑیں پکڑنا شروع کر دی تھیں جب مسلمانوں نے ہندوستان میں اپنی پوزیشن مستحکم کر لی تھی۔ ہندوستان اور پاکستان کی دو آزاد و خودمختار ریاستوں کا قیام پہلے سے موجود تقسیم کو رسمی شکل دینا تھا۔ پاکستان قائم رہنے کے لئے وجود میں آیا ہے۔ اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہئے اور مل جل کر رہنا سیکھنا چاہئے۔

اس حقیقت کے باوجود کہ پاکستان برصغیر کے مسلمانوں کی اپنی آزادانہ مرضی سے وجود میں آیا ہے کئی غیر ملکی مبصراب تک یہ کہتے جاتے ہیں کہ پاکستان ایک مصنوعی مملکت ہے۔ یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ کون سی مملکت قدرتی ہے اور کون سی مصنوعی؟ اگر پاکستان مصنوعی مملکت ہے تو مثال کے طور پر چیکوسلاویکیہ یا یگوسلاویہ کو قدرتی مملکتیں کس طرح کہا جا سکتا ہے؟ ملائشیا کیسے قدرتی مملکت بن گئی؟ بہت سی مملکتیں جو افریقہ میں وجود میں

www.bhutto.org

آئی ہیں، تاریخ کے حادثات کا نتیجہ ہیں۔ ان کی ابتدا یورپ کی سامراجی طاقتوں کی باہمی آویزش سے ہوئی ہے۔ اُن کا انحصار محض اس بات پر ہے کہ انگریزوں، فرانسیسیوں، پرتگالیوں اور جرمنوں نے براعظم افریقہ کو آپس میں کس طرح تقسیم کیا۔ اسی بنیاد پر افریقہ کے بہت سے علاقوں کو نسلی اور قبائلی مناسبت کا کوئی خیال کئے بغیر الگ الگ ریاستوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ عرب دنیا میں بھی کچھ مملکتوں کی یہی کیفیت ہے۔ مغربی ممالک کے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ مشرقی بنگال کا پاکستان میں رہنا اور مغربی بنگال کا ہندوستان میں شامل ہونا غیر فطری ہے لیکن وہ افریقہ اور مشرق وسطیٰ میں اس قسم کی تقسیم کو غیر فطری نہیں سمجھتے۔ یورپ بلکہ دنیا کی ایک اہم مملکت جرمنی ہے...... یہ ایک نسل کے لوگ ہیں۔ ایک ہی زبان بولتے ہیں، ان کی تہذیب ایک ہے اور یہ اپنے مستقبل پر بڑا فخر کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود آج جرمنی دو مملکتوں میں منقسم ہے۔ یہی نہیں بلکہ جرمنی کی ایک مملکت اور قوم کی حیثیت سے ابتدا بھی قدرتی نہیں ہے۔ اگر بسمارک 1864ء میں ڈنمارک کے خلاف، 1866ء میں آسٹریا کے خلاف اور 187ءمس فرانس کے خلاف جنگیں نہ کرتا تو جرمن قوم کبھی وجود میں نہ آتی۔ اگر شارلیمان نہ ہوتا تو یورپ کی بعض ریاستوں کا کیا حشر ہوتا؟ کیا کاؤنٹ کیور یا گریبالڈی کے بغیر اٹلی ایک قدرتی مملکت ہوتی؟ اگر سلطنت عثمانیہ آسٹرو ہنگری کی سلطنت طاقت استعمال نہ کرتی تو بلقان کی ریاستوں یا وسطی یورپ کی ریاستوں کی کیا شکل ہوتی؟ روس کس حد تک قدرتی مملکت ہے؟ اس نے اپنی موجودہ شکل کس طرح حاصل کی ہے؟ جمہوریہ روس اور وسطی ایشیا کی جمہوریتوں کے درمیان کیا قدر مشترک ہے؟ ان کے قدرتی رشتے کن سے وابستہ ہیں؟

پاکستان اسی طرح ایک قدرتی یا غیر قدرتی مملکت ہے جس طرح دنیا کی دوسری جدید مملکتیں ہیں۔ اگر پاکستان کو اس لئے غیر فطری مملکت سمجھا جاتا ہے کہ وہ مذہب کی بناء

www.bhutto.org

پر وجود میں آیا ہے تو اسرائیل جو مذہب اور نسل کی بناء پر قائم ہوا ہے اور جو میٹروپولیٹن کراچی سے بھی چھوٹا ہے، کس طرح ایک قدرتی مملکت بن گیا؟ اگر پاکستان اپنی جغرافیائی علیحدگی کے باعث غیر فطری مملکت نظر آتا ہے تو دنیا میں اور بھی ملک ایسے ہیں جو جغرافیائی اعتبار سے باہم منسلک نہیں ہیں۔ کچھ ملک ایسے بھی ہیں، جو جزیروں کے ایک سلسلے پر مشتمل ہیں۔ یہ جزیرے سمندر میں ہزاروں میل کے رقبے میں بکھرے ہوئے ہیں اور ان میں آپس میں طویل فاصلے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہم ایک قدرتی مملکت اس لئے نہیں ہیں کہ ہمارے درمیان ایک دشمن ہندوستان ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندوستان سے تعلقات معمول پر آتے ہی پاکستان ایک قدرتی مملکت بن جائے گا؟ الاسکا کینڈا کی وجہ سے باقی امریکہ سے کٹا ہوا ہے تو کیا اگر امریکہ کے کینڈا سے تعلقات خراب ہو گئے تو امریکہ غیر قدرتی مملکت بن جائیگا؟ پاکستان دنیا کا وہ واحد ملک نہیں ہے جہاں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ سوئٹزرلینڈ میں کئی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ بہت سے اور ملک بھی جن میں ہندوستان شامل ہے کثیر السانی ہیں۔ اگر پاکستان میں ہندو آبادی ہے تو ہندوستان میں مسلمان آباد ہیں۔ لبنان جیسے چھوٹے سے ملک میں تین مذہبی فرقے آباد ہیں۔ اگر پاکستان میں مختلف ثقافتیں اور نسلیں ہیں، تو دوسرے ملکوں میں بھی ہیں۔ ان میں ہندوستان اور امریکہ بھی شامل ہیں اور وہ اس پر فخر کرتے ہیں۔ اگر پاکستان میں علیحدگی پسندی کے رجحانات ہیں تو ہندوستان اور کئی دوسرے ملکوں میں بھی یہ رجحانات پائے جاتے ہیں۔ الجزائر سے انڈونیشیا تک کوئی ملک بھی علاقائی کشیدگیوں سے آزاد نہیں ہے۔ یورپ میں، اسپین کے لئے باسک کا مسئلہ ہے، برطانیہ شمالی آئرلینڈ میں جس پر اس نے کئی سو سال پہلے قبضہ کر لیا تھا، بغاوت کو کچلنے میں مصروف ہے۔ ویلز اور اسکاٹ لینڈ میں پارٹیاں داخلی خودمختاری کے لئے زور ڈال رہی ہیں۔ یا شاید علیحدگی کا

www.bhutto.org

سوال اٹھا رہی ہیں؟ صدر ڈیگال نے برٹینی کی داخلی خودمختاری کے مسئلہ پر اپنا عہدہ چھوڑ دیا تھا۔

دنیا کے معالج جو پاکستان کے زخموں کا علاج کرنا چاہتے ہیں پہلے اپنی بیماریوں کا علاج کریں۔ انہیں اپنے تعصبات ختم کر دینے چاہئیں اور ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دینا چاہئے۔ ہم اپنے مسائل خود حل کر لیں گے۔ وقت آ گیا ہے کہ دنیا پاکستان کی ناقابل تقسیم حیثیت کو ہمیشہ کے لئے تسلیم کر لے۔ یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ اگر پاکستان ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تو باقی برصغیر بھی متحد نہیں رہ سکتا۔

مشرقی پاکستان، پاکستان کا حصہ ہے جو اس سے کبھی جدا نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارے لوگوں کی اکثیرت مشرقی بازو میں آباد ہے۔ انہوں نے پاکستان کو لڑ کر حاصل کیا ہے۔ اب مشرقی پاکستان کے لوگ انصاف کے طلب گار ہیں، اسی انصاف کے جس کے طلب گار مغربی بازو کے لوگ ہیں۔ قیام پاکستان کے لئے لوگوں نے اس واسطے قربانیاں نہیں دی تھیں کہ اُن پر جرنلوں کا ایک گروہ مسلسل حکومت کرتا رہے، مٹھی بھر سرمایہ دار اُن کا بے رحمی سے استحصال کرتے رہیں، نوکر شاہی اُن پر مسلط رہے اور گشتی فوج عدالتیں کوڑوں کے ذریعے انہیں اطاعت پر مجبور کریں۔ پاکستان کے غریب لوگوں نے 23 سال تک اس لئے محنت نہیں کی ہے کہ اُن کا پاکستان اس حالت کو پہنچ جائے۔ عوام اُس پاکستان کے طلبگار ہیں جس کے لئے انہوں نے جدوجہد کی۔ قربانیاں دیں، محنت کی۔ وہ ایسا پاکستان چاہتے ہیں جس میں وہ اپنے آقا ہوں۔ ہر قسم کے استحصال سے آزاد ہوں، جس میں اُن کے بچوں کے لئے مناسب رہائش، غذا، کپڑے اور تعلیم کا انتظام ہو۔ کیا 23 سال کے بعد اُن کا یہ مطالبہ جس کا بانی پاکستان نے وعدہ کیا تھا اور جو آئین میں ثبت ہے اور جس کی قانون نے ضمانت دی ہے، زیادہ ہے؟ ایک نئے نظام اور نئی قیادت کے

www.bhutto.org

ذریعہ ہی لوگوں کی امنگیں پوری ہوسکتیں ہیں۔ اب یا تو رجعت پسند قوتیں لوگوں کو دھوکہ دیتی رہیں گی اور پاکستان کو تباہ کردیں گی یا عوام کے چنے ہوئے قائد اُن کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھیں گے اور عظیم المیہ پر قابو پالیں گے اور پاکستان کو بچالیں گے۔

www.bhutto.org

ضمیمہ نمبر 1

چھ نکاتی فارمولا کا اصل متن جو پہلے شائع ہوا اور جسے بعد میں ترمیم کر کے عوامی لیگ کے منشور میں پیش کیا گیا

نکتہ نمبر 1

(اصل) آئین اس بات کی ضمانت دے کہ قرارداد لاہور کی بنیاد پر حقیقی معنوں میں وفاق پاکستان کی تشکیل دی جائے گی اور یہ بھی کہ حکومت پارلیمانی طرز کی ہوگی اور یہ کہ براہ راست اور بالغ رائے دہی کے اصول پر منتخب شدہ مجلس مقننہ کو بالادستی حاصل ہوگی۔

(ترمیم شدہ) نظام حکومت وفاقی اور پارلیمانی ہوگا۔ جس میں وفاق اور وفاقی وحدتوں کے مجالس مقننہ کا انتخاب براہ راست اور بالغ رائے دہی کے اصول پر ہوگا۔ وفاقی مقننہ میں نمائندگی آبادی کے تناسب سے ہوگی۔

نکتہ نمبر 2

(اصل) وفاقی حکومت صرف دو امور کی ذمہ داری ہوگی۔ یعنی دفاع اور امور خارجہ۔ باقی تمام امور وفاقی وحدتوں کے احاطۂ اقتدار میں ہوں گے۔

www.bhutto.org

(ترمیم شدہ) وفاقی حکومت کا اختیار دفاع اور امور خارجہ اور ان شرائط پر جن کا ذکر مندرجہ ذیل نکتہ نمبر 3 میں کیا گیا ہے، سکہ پر ہوگا۔

نکتہ نمبر 3

(اصل) الف: الگ الگ سکے تو رائج کئے جائیں لیکن وہ ایسے ہوں کہ دونوں بازوؤں میں بلا روک ٹوک تبدیل ہو سکیں۔۔۔یا

ب: پورے ملک کے لئے ایک ہی سکہ رہنے دیا جائے۔ اس صورت میں اس بات کی موثر آئینی ضمانت دی جائے کہ سرمایہ مشرقی پاکستان سے مغربی پاکستان منتقل نہ ہونے پائے۔

(ترمیم شدہ) دونوں کے دو الگ الگ سکے ہوں گے۔ جن کا آپس میں بلا روک ٹوک تبادلہ ہو سکے گا۔ بصورت دیگر اس شرط کے ساتھ ایک ہی سکہ رہنے دیا جائے کہ زر محفوظ کا ایسا وفاقی نظام قائم کیا جائے کہ دونوں بازوؤں کے الگ وفاقی ریزو بنک ایسی تدابیر اختیار کریں کہ ایک بازو سے دوسرے بازو کو سرمایہ اور مالیاتی وسائل منتقل نہ کئے جا سکیں۔

نکتہ نمبر 4

(اصل) ٹیکس اور مال کی وصولی کے تمام اختیارات وفاقی وحدتوں کو حاصل ہوں گے۔ وفاقی مرکز کو ایسا کوئی اختیار نہیں ہوگا۔ وفاق کو اس کے اخراجات پورے کرنے کے لئے ٹیکسوں کی آمدنی سے مناسب حصہ دیا جائے گا۔ اس کے لئے تمام وفاقی وحدتیں مقررہ شرح کے حساب سے مشترکہ وفاقی فنڈ میں اپنا حصہ ادا کریں گی۔

(ترمیم شدہ) محصول لگانے اور ان سے متعلق پالیسی بنانے کی مجاز وفاقی وحدتیں ہوں

www.bhutto.org

گی۔ وفاقی حکومت کو دفاع اور امور خارجہ کا بندوبست کرنے کے لئے ضرورت کے مطابق جو مالی وسائل مہیا کئے جائیں گے وہ وفاقی حکومت ان طریقوں اور اس طے شدہ تناسب کے مطابق خود بخود حاصل کرے گی جو آئین میں مذکور ہوں گے۔ متعلقہ آئینی دفعات میں یہ ضمانت موجود ہوگی کہ وفاقی حکومت کی مالیاتی ضروریات برابر پوری ہوتی رہیں اور مالی پالیسی پر وفاقی وحدتوں کا اثر رسوخ بھی قائم رہے۔

نکتہ نمبر 5

(اصل) 1- ملک کے دونوں حصوں کے زرمبادلہ کی آمدنی کے دو الگ الگ کھاتے ہوں گے۔

2- مشرقی پاکستان کی آمدنی حکومت مشرقی پاکستان کے اور مغربی پاکستان کی آمدنی حکومت مغربی پاکستان کے کنٹرول میں ہوگی۔

3- وفاقی حکومت کے زرمبادلہ کی ضروریات وفاقی وحدتیں مساوی مقررہ شرح کے مطابق پورا کریں گی۔

4- خام مال پر دونوں حصوں میں کوئی ڈیوٹی نہیں لگائی جائے گی۔

5- آئین وفاقی وحدتوں کو یہ اختیار دے گا کہ وہ بیرونی ممالک سے تجارتی تعلقات قائم کریں، وہاں اپنے تجارتی مشن متعین کریں اور ان سے معاہدے کریں۔

(ترمیم شدہ) آئین میں اس امر کی وضاحت ہوگی کہ ہر وفاقی وحدت جو زرمبادلہ کمائیں گی اس کا الگ الگ کھاتہ رکھا جائے گا۔ جس پر ہر وفاقی وحدت کی

www.bhutto.org

حکومت کو اختیار حاصل ہوگا۔ وفاقی حکومت کی ضروریات زرمبادلہ وفاقی وحدتیں ایک تناسب سے ہی پوری کریں گی۔ یہ تناسب اس طریقہ سے طے ہوگا۔ جو آئین میں مندرج ہوگا۔ آئین کے تحت علاقائی حکومتیں اس بات کی مجاز ہوں گی کہ وہ وفاقی حکومت کی واضح کردہ خارجہ پالیسی کے حدود میں رہتے ہوئے خارجہ تجارت اور امداد کے معاملات طے کریں۔

نکتہ نمبر 6

(اصل) مشرقی پاکستان میں رضا کار فوج یا نیم فوجی تنظیم کا قیام عمل میں آئے۔

(ترمیم شدہ) وفاقی وحدتیں اس امر کی بھی مجاز ہونگی کہ وہ رضا کار فوج یا نیم فوجی تنظیمیں قائم کرسکیں تا کہ وہ قومی سلامتی کے تقاضوں کو پورا کرنے میں موثر حصہ لیں۔

www.bhutto.org

قانونی ڈھانچہ کے حکم مجریہ 1970ء سے خاص خاص اقتباسات

صدارتی حکم نمبر 2 مجریہ 1970ء

قانونی ڈھانچہ کا حکم مجریہ 1970ء

پاکستان گزٹ، اشاعت خاص، تاریخ 30 مارچ 1970ء

نمبر ایف نمبر 24 (الف) / 70 عوامی، صدر کا مندرجہ ذیل خاص حکم عوام کی اطلاع کے لئے شائع کیا جارہا ہے)

چونکہ صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے 26 مارچ 1969ء کو قوم سے اپنے پہلے خطاب میں وعدہ کیا تھا کہ ملک میں جمہوری اداروں کو بحال کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اور چونکہ انہوں نے 28 نومبر 1969ء کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے اپنا یہ وعدہ دہرایا تھا اور اعلان کیا تھا کہ پاکستان کی قومی اسمبلی کے لئے عام انتخابات 15 اکتوبر 1970ء کو شروع ہوں گے۔

اور چونکہ اس کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا ہے کہ صوبائی اسمبلی کے انتخابات 22 اکتوبر 1970ء سے پہلے شروع ہوں گے۔

اور چونکہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عوام کے نمائندوں کے انتخابات کے سلسلے میں انتخابی فہرستیں تیار کرنے کیلئے انتخابی فہرستوں کے حکم مجریہ 1969ء میں ضابطے مقرر کر

www.bhutto.org

دیئے گئے ہیں۔

اور چونکہ اس حکم کی رو سے پاکستان کا آئین تیار کرنے کے لئے پاکستان کی قومی اسمبلی اور ہر صوبے کے لئے ایک صوبائی اسمبلی تشکیل کرنے کی غرض سے ضابطوں کا تعین ضروری ہے۔

اس لئے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اپنے 25 مارچ کے اعلان کے مطابق اور اس کے تحت اپنے تمام اختیارات استعمات کرتے ہوئے اب مندرجہ ذیل حکم نافذ کرتے ہیں۔

....

4- قومی اسمبلی کی ہیئت ترکیبی:

1- پاکستان کی قومی اسمبلی، تین سو تیرہ ممبروں پر مشتمل ہوگی۔ جن میں سے تین سو کا انتخاب عام نشستوں سے ہوگا اور تیرہ نشستیں خواتین کے لئے مخصوص ہوں گی۔

2- 1961ء کی مردم شماری میں دیئے ہوئے اعداد و شمار کے مطابق قومی اسمبلی کی نشستوں کی تقسیم، جدول ایک میں دیئے ہوئے صوبوں اور مرکز کے زیر انتظام قبائلی علاقوں میں کی جائے گی۔

3- شق نمبر ایک کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ خواتین، عام انتخابات سے منتخب نہیں ہوسکیں گی۔

5- صوبائی اسمبلیوں کی ہیئت ترکیبی:

1- ہر صوبے کے لئے ایک صوبائی اسمبلی ہوگی جو عام نشستوں سے منتخب ہونے والے ممبروں اور خواتین کی مخصوص نشستوں سے منتخب ہونے والے ممبروں پر مشتمل

www.bhutto.org

ہوگی۔ جیسا کہ متعلقہ صوبے کے سلسلے میں جدول 2 میں بیان کیا گیا ہے۔

2- شق نمبر ایک کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ خواتین، عام نشستوں سے منتخب نہیں ہو سکیں گی۔

6- انتخاب کا اصول:

1- شق نمبر 2 کے قاعدوں کے سوا، ممبروں کا انتخاب، قانون کے مطابق بالغ رائے دہی کی بنیاد پر براہ راست طریقۂ انتخاب کے تحت علاقائی حلقوں کی عام نشستوں سے ہوگا۔

2- صدر، مرکز کے زیر انتظام قبائلی علاقوں کے ممبروں کے انتخاب کے لئے الگ ضابطے نافذ کر سکتے ہیں۔

3- قوم اسمبلی کے عام انتخابات کے بعد جس قدر جلد ممکن ہوگا، قومی اسمبلی کے لئے صوبے میں خواتین کی مخصوص نشستوں کے لئے ممبروں کا انتخاب وہ لوگ کریں گے جو صوبے میں قانون کی رو سے عام نشستوں سے منتخب ہوں گے۔

4- صوبائی اسمبلی میں خواتین کی مخصوص نشستوں کے لئے ممبروں کا انتخاب وہ لوگ کریں گے جو صوبے میں قانون کی رو سے صوبائی اسمبلی کی عام نشستوں سے منتخب ہوں گے۔

....

12- اسمبلی کے ممبروں کا حلف نامہ:

اسمبلی کا منتخب ممبر اپنا عہدہ سنبھالنے سے پہلے اسمبلی کے اجلاس کے صدر کے سامنے مندرجہ ذیل الفاظ میں حلف اٹھائے گا۔

www.bhutto.org

''میں ......صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں (یا تصدیق کرتا ہوں) کہ میں پاکستان کا سچا وفادار رہوں گا اور جو فرائض مجھے سونپے جانے والے ہیں ان کو میں پوری دیانت داری، صلاحیت اور وفادری کے ساتھ اور قانونی ڈھانچے کے حکم مجریہ 1970ء اور اس حکم میں دیئے ہوئے اسمبلی کے قواعد وضوابط کے مطابق ادا کروں گا اور اس سلسلے میں ہمیشہ پاکستان کے اتحاد، سلامتی، بہبود اور خوشحالی کو پیش نظر رکھوں گا۔''

....

14- قومی اسمبلی کے اجلاس کی طلبی:

1- قومی اسمبلی کے ممبروں کے عام انتخابات ختم ہونے پر، پاکستان کا آئین تیار کرنے کی غرض سے صدر کسی مناسب دن، وقت اور جگہ پر قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کریں گے اور اس طلب کئے ہوئے اجلاس کے پہلے ہی دن قومی اسمبلی قائم ہو جائے گی۔

تاہم اس شق میں ایسی کوئی بات نہیں جو صدر کو قومی اسمبلی کا اجلاس اس بنا پر بلانے سے روک دے کہ ممبروں کی تمام نشستیں پُر نہیں ہوئی ہیں۔

2- شق نمبر (1) کے تحت بلائے جانے والے اجلاس کے بعد، قومی اسمبلی کے اجلاس ان اوقات اور جگہوں پر ہوں گے جن کا فیصلہ سپیکر کرے گا۔

3- قومی اسمبلی کا اجلاس کارروائیاں جاری رکھنے کے لئے معقول التواٴ کے سوا، روزانہ ہوا کرے گا۔

15- صدر کا حقِ خطابت:

www.bhutto.org

صدر، اسمبلی سے خطاب کر سکتے ہیں یا اسمبلی کے نام پیغام یا پیغامات بھیج سکتے ہیں۔

16- سپیکر اور ڈپٹی سپیکر:

1- قومی اسمبلی جلد سے جلد اپنے ممبروں میں سے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا انتخاب کرے گی اور اگر سپیکر کا انتخاب کرے گی تو کسی اور ممبر کو سپیکر یا اسی طرح ڈپٹی سپیکر منتخب کرے گی۔

2- جب تک سپیکر کا انتخاب عمل میں نہیں آتا اس وقت تک کمشنر، قومی اسمبلی کے اجلاس کی صدارت کرے گا اور سپیکر کے فرائض انجام دے گا۔

....

17- کورم اور ضوابط کار:

1- اگر قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران کسی وقت، اجلاس کے صدر کی توجہ اس بات کی طرف دلائی جائے کہ حاضر ممبروں کی تعداد 100 سے کم ہے تو اجلاس کا صدر یا تو اجلاس کو اس وقت تک کے لئے معطل کر دے گا جب تک حاضر ممبروں کی تعداد 100 تک نہ ہو جائے یا پھر وہ اجلاس کو ملتوی کر دے گا۔

2- قومی اسمبلی کی کارروائی، جدول تین میں دیئے ہوئے طریقہ کار کے مطابق ہوگی۔ خاص طور سے قومی اسمبلی اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ آئینی بل سے متعلق کوئی فیصلہ کس طرح کیا جائے گا۔

....

20- آئین کے بنیادی اصول:

آئین اس طرح بنایا جائے گا کہ اس میں مندرجہ ذیل بنیادی اصول آ جائیں:

www.bhutto.org

عظیم المیہ

1- پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہوگا۔ جس کا نام اسلامی جمہوریۂ پاکستان ہوگا۔ جس میں صوبے اور دوسرے علاقوں جو اس وقت پاکستان میں شامل ہیں یا آئندہ ہو سکتے ہیں، ایک وفاق کی صورت میں اس طرح متحد ہوں گے کہ پاکستان کی آزادی، علاقائی سالمیت اور قومی اسمبلی برقرار رہے اور وفاق کی وحدت پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔

2- (الف) نظریہ اسلام کو جس کی بنیاد پر پاکستان عالم وجود میں آیا تھا محفوظ رکھا جائے گا۔

(ب) مملکت کا سربراہ مسلمان ہوگا۔

3- (الف) جمہوریت کے بنیادی اصولوں پر قائم رہنے کے لئے یہ شرط رکھی جائے گی کہ وفاقی اور صوبائی قانون ساز اسمبلی کے انتخابات، براہ راست اور آزادانہ ماحول میں آبادی اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر وقفے وقفے سے کرائے جاتے ہیں۔

(ب) شہریوں کے بنیادی حقوق تعین کئے جائیں گے اور ان کی ضمانت دی جائے گی۔

(ج) انصاف کے حصول اور بنیادی حقوق پر عمل درآمد کے معاملے میں عدلیہ کی آزادی قائم کی جائے گی۔

4- وفاقی حکومت اور صوبوں کے درمیان قانون سازی، انتظامی اور مالی اختیارات سمیت تمام اختیارات اس طرح تقسیم کئے جائیں گے کہ صوبوں کو زیادہ سے زیادہ خودمختاری حاصل ہوگی۔ یعنی انہیں زیادہ سے زیادہ قانون سازی، انتظامی اور مالی اختیارات دیئے جائیں گے۔ لیکن وفاقی حکومت کو بھی کافی اختیارات حاصل ہوں گے۔ جن میں انتظامی اور مالی اختیارات شامل ہیں، تاکہ وہ بیرونی اور اندرونی

www.bhutto.org

معاملوں میں اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکے اور ملک کی آزادی اور علاقائی سالمیت کا تحفظ کر سکے۔

5- اس بات کی ضمانت دی جائے گی کہ:

(الف) پاکستان کے تمام علاقوں کے لوگ ہر قسم کی قومی سرگرمیوں میں پوری طرح شریک ہو سکیں۔اور

(ب) ایک مقررہ مدت کے اندر قانونی یا دوسرے طریقے اختیار کر کے صوبوں کے درمیان اور صوبے کے مختلف علاقوں کے درمیان اقتصادی اور دوسری ناہمواریاں دور ہو جائیں۔

....

2- آئین کا دیباچہ:

آئین کے دیباچہ میں یہ عہد ہوگا کہ:

1- پاکستان کے مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی زندگی قرآن پاک اور سنت میں دی ہوئی اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالیں۔

اور

2- اقلیتوں کو اپنے مذاہب پر قائم رہنے اور عمل کرنے کی آزادی دی جائے اور انہیں پاکستان کے شہری ہونے کی حیثیت سے تمام حقوق، مراعات اور تحفظات حاصل ہوں گے۔

3- رہنما اصول:

آئین، مملکت کی پالیسی کے وہ رہنما اصول وضع کرے گا جن کے تحت مملکت کی

www.bhutto.org

ان معاملوں میں رہنمائی ہوگی۔

1- اسلامی طرز حیات کوفروغ دینا۔

2- اسلام کے اخلاقی اقدار کی پابندی کرنا۔

3- پاکستان کے مسلمانوں کو قرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم کے لئے سہولتیں فراہم کرنا، اور

4- یہ لازم قرار دینا کہ قرآن پاک اور سنت میں دی ہوئی اسلامی تعلیمات اور تقاضوں کے منافی کوئی قانون نہ بنایا جائے۔

23- قومی اور صوبائی اسمبلیاں پہلی مقننہ ہوں گی:

آئین میں یہ قرار دیا جائے گا کہ:

1- اس حکم کے تحت قائم ہونے والی قومی اسمبلی

(الف) پوری مدت کے لئے وفاق کی پہلی مقننہ ہوگی اگر وفاق کی مقننہ ایک ایوان پر مشتمل ہو۔ اور

(ب) پوری مدت کے لئے وفاق کی مقننہ کا پہلا ایوان زیریں ہوگی، اگر وفاق کی مقننہ دو ایوانوں پر مشتمل ہو۔

2- اس حکم کے مطابق منتخب ہونے والی صوبائی اسمبلیاں، پوری مدت کے لئے متعلقہ صوبے کی پہلی مقننہ ہونگی۔

24- آئین سازی کا وقت:

قومی اسمبلی اپنے پہلے اجلاس کے 120ویں دن کے اندر ایک بل کی شکل میں آئین تیار کرے گی۔ جس کا نام آئینی بل ہوگا اور اگر وہ ایسا نہ کر سکی تو خود بخود ٹوٹ

www.bhutto.org

جائے گی۔

25- آئین کی توثیق:

آئینی بل کو قومی اسمبلی سے منظوری حاصل ہونے کے بعد توثیق کے لئے صدر کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اگر توثیق سے انکار کیا گیا تو قومی اسمبلی خود بخود ٹوٹ جائے گی۔

26- قومی اسمبلی کے اجلاس کا مقصد:

1- اس حکم میں پاکستان کا آئین تیار کرنے کے لئے جو مقصد متعین کیا گیا ہے۔ اس کے سوا کسی اور مقصد کے لئے قومی اسمبلی کا اجلاس اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک اس اسمبلی کا منظور کیا ہوا اور صدر کا توثیق کیا ہوا آئینی بل نافذ نہیں ہو جاتا۔

2- کسی صوبائی اسمبلی کا اجلاس اس وقت تک نہیں بلایا جائے گا۔ جب تک قومی اسمبلی کے منظور کئے ہوئے آئینی بل کی صدر توثیق نہیں کر دیتے اور اس پر عمل درآمد شروع نہیں ہوتا۔

27- حکم کی تشریح اور ترمیم:

1- اس حکم کی تشریح کے متعلق کسی سوال یا شک کی وضاحت صدر کے فیصلے سے ہوگی اور یہ فیصلہ قطعی ہوگا اور اسے کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جائے گا۔

2- اس حکم میں ترمیم کا اختیار قومی اسمبلی کو نہیں بلکہ صدر کو حاصل ہوگا۔

www.bhutto.org

جدول 1

دفعہ 4 (12)

پاکستان کی قومی اسمبلی

	عام نشستیں	خواتین کی مخصوص نشستیں
مشرقی پاکستان	162	7
پنجاب	82	3
سندھ	27	1
بلوچستان	4	1
شمالی مغربی سرحدی صوبہ	18	--
مرکز کے زیر انتظام قبائلی علاقے	7	1
کل	300	13

www.bhutto.org

جدول 2

دفعہ 5 (1)

صوبائی اسمبلیاں

	عام نشستیں	خواتین کی مخصوص نشستیں
مشرقی پاکستان	300	10
پنجاب	180	6
سندھ	60	2
بلوچستان	20	1
شمالی مغربی سرحدی صوبہ	40	2

www.bhutto.org

ضمیمہ نمبر 2

صدر مملکت جنرل آغا محمد یحییٰ خان کی اس تقریر کا متن جو انہوں نے 26 مارچ 1971ء کو قوم سے خطاب میں کی۔

میرے پیارے ہم وطنو! السلام علیکم!

اس ماہ کی 6 تاریخ کو میں نے قومی اسمبلی کے افتتاحی اجلاس کی نئی تاریخ 25 مارچ کا اعلان اس توقع پر کیا تھا کہ حالات اجلاس مقرر کرنے کی اجازت دیں گے۔ تاہم اس دوران جو واقعات ہوئے ہیں۔ ان سے یہ توقع پوری نہ ہو سکی۔ قوم کو مسلسل ایک سنگین بحران کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کی جانب سے عدم تعاون اور نافرمانی کی تحریک چلائی گئی اور معاملات نے انتہائی سنگین صورت اختیار کر لی۔ حالات بڑی تیزی سے بدل رہے تھے اور یہ بات انتہائی ضروری ہو چکی تھی کہ صورت حال کو جلد سے جلد قابو میں لایا جائے۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے مغربی پاکستان میں سیاسی لیڈروں سے کئی بار تبادلہ خیال کیا۔ اس کے بعد پھر میں 15 مارچ کو ڈھاکہ گیا۔

جیسا کہ آپ اس بات سے واقف ہیں، میں نے سیاسی پیچیدگیوں کو حل کرنے کے

www.bhutto.org

لئے شیخ مجیب الرحمٰن سے کئی بار ملاقاتیں کیں۔ مغربی پاکستان کے لیڈروں سے صلاح مشورے کرنے کے بعد میرے لئے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ میں ایسے ہی صلاح مشورے مشرقی پاکستان میں بھی کروں تاکہ سمجھوتے کے دائرہ کار کا تعین ہو سکے اور کوئی پرامن تصفیہ ہو سکے۔

جیسا کہ وقتاً فوقتاً اخبارات اور اطلاعات کے دوسرے ذرائع خبریں دیتے رہے ہیں۔ شیخ مجیب الرحمٰن سے میری بات چیت کسی حد تک آگے بڑھتی تھی۔ شیخ مجیب الرحمٰن سے جب میری بات چیت ایک خاص مرحلہ میں داخل ہوئی تو میں نے مغربی پاکستان کے لیڈروں سے ڈھاکہ میں مذاکرات کا ایک اور دور شروع کرنا ضروری سمجھا۔

مسٹر زید، اے بھٹو 21 مارچ کو وہاں پہنچے اور میں نے ان سے کئی ملاقاتیں کیں۔

جیسا کہ آپ واقف ہیں، عوامی لیگ کے لیڈروں نے قومی اسمبلی کے اجلاس سے پہلے مارشل لاء ہٹانے اور اقتدار کی منتقلی کا مطالبہ کیا تھا۔ ہمارے مذاکرات کے دوران انہوں نے تجویز پیش کی کہ اس عبوری مدت کو میرے اعلان کے ذریعہ اس طرح پورا کیا جائے کہ مارشل لاء ہٹا لیا جائے۔ صوبائی حکومتیں قائم کر دی جائیں اور قومی اسمبلی کا اجلاس ابتداء میں دو کمیٹیوں پر ہو۔ اس طرح کہ ایک کمیٹی مشرقی پاکستان کے ممبروں پر مشتمل ہو، اور دوسری کمیٹی مغربی پاکستان کے ممبروں پر۔

اس کے باوجود کہ قانونی اور ساتھ ہی دوسرے پہلوؤں کے اعتبار سے اس سکیم میں بعض سنگین خامیاں موجود تھیں۔ میں اقتدار کی پرامن منتقلی کے مفاد میں اصولی طور پر اس منصوبے سے اتفاق کرنے پر تیار ہو گیا لیکن ایک شرط پر، یہ شرط جس کی میں شیخ مجیب الرحمٰن کے سامنے صاف طور پر وضاحت کر چکا تھا یہ تھی کہ مجھے سب سے پہلے اس سکیم کے بارے میں تمام سیاسی لیڈروں کی جانب سے مکمل اتفاق رائے کا یقین ہونا چاہیے۔

www.bhutto.org

اس کے بعد میں نے اس تجویز پر دوسرے سیاسی لیڈروں سے تبادلہ خیال کیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ سب یہ متفقہ رائے رکھتے ہیں کہ میری جانب سے مجوزہ اعلان کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوگی۔ اسے نہ تو مارشل لاء کا تحفظ حاصل ہوگا اور نہ اس بارے میں یہ دعویٰ کیا جاسکے گا کہ یہ عوام کی مرضی کی بنیاد پر قائم ہے۔ اس طرح ایک خلاء پیدا ہو جائے گا اور افراتفری کے حالات پیدا ہو جائیں گے۔ انہوں نے اس بات پر بھی غور کیا کہ قومی اسمبلی کو ایک اعلان کے ذریعے دو حصوں میں تقسیم کرنے سے علیحدگی پسندی کے رجحانات کی، جو موجود ہو سکتے ہیں، حوصلہ افزائی ہوگی۔ اس لئے انہوں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ اگر مارشل لاء ہٹانا اور عبوری مدت کے لئے اقتدار منتقل کرنا مقصود ہے تو قومی اسمبلی کا اجلاس ہونا چاہئے۔ تاکہ ایک مناسب عبوری آئینی بل منظور کرنے کے بعد اسے میری منظوری کے لئے پیش کیا جا سکے۔ میں نے ان کے اس خیال سے مکمل طور پر اتفاق کیا اور اُن سے درخواست کی کہ وہ شیخ مجیب سے کہیں کہ وہ اس مسئلہ پر معقول رویہ اختیار کریں۔

میں نے لیڈروں سے کہا کہ ان کے سامنے (شیخ مجیب) اپنے خیالات کی وضاحت کریں کہ ایسی سکیم جس میں ایک جانب آپ اقتدار کے تمام ذریعوں کو یعنی مارشل لاء کو ختم کر دیتے ہیں اور دوسری جانب اس کی جگہ قومی اسمبلی کے ایک مناسب اجلاس کے ذیعہ عوام کی مرضی کو نافذ کرنے میں ناکام ہو جاتے ہیں تو اس کا نتیجہ محض افراتفری ہوگا۔ وہ شیخ مجیب الرحمٰن سے ملاقات کر کے موقف کی وضاحت کرنے اور قومی اسمبلی کے ذریعہ اقتدار کی منتقلی کے لئے عبوری انتظامات کرنے کے لئے ان کی رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کرنے پر متفق ہو گئے۔ سیاسی لیڈر بھی شروع ہی سے قومی اسمبلی کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کے بارے میں شیخ مجیب کے خیال سے بہت زیادہ پریشان

www.bhutto.org

تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اس قسم کی تجویز پاکستان کی یکجہتی کے سراسر منافی ہوگی۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئرمین نے بھی میرے، شیخ مجیب الرحمٰن اور اپنے درمیان ایک ملاقات میں مجیب کے سامنے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا۔

23 مارچ کی شام کو سیاسی لیڈروں نے جو اس مسئلہ پر بات کرنے کے لئے مجیب کے پاس گئے تھے، مجھ سے ملاقات کی اور مجھے بتایا کہ وہ اپنی سکیم میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے پر رضامند نہیں ہیں۔ حقیقت میں وہ (شیخ مجیب) مجھ سے جو کچھ چاہتے تھے وہ صرف یہ تھا کہ میں ایک ایسا اعلان کردوں جس کے تحت مارشل لاء ہٹا کر اقتدار منتقل کر دیا جائے۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے عدم تعاون کی جو تحریک شروع کی تھی وہ غداری کا فعل تھا۔ انہوں نے اور ان کی پارٹی نے تین ہفتے سے زیادہ عرصے تک قانون کی خلاف ورزی کی۔ انہوں نے پاکستان کے پرچم کی توہین کی اور بابائے قوم کی تصویر کی بے حرمتی کی۔ وہ متوازی حکومت چلانے کی کوشش کر چکے ہیں۔ انہوں نے افراتفری، دہشت گردی اور عدم تحفظ کا ماحول پیدا کیا۔

تحریک کے نام پر کئی افراد قتل کئے گئے۔ ہمارے لاکھوں بنگالی بھائی اور وہ تمام افراد جو مشرقی پاکستان میں آباد ہو چکے ہیں۔ خوف و ہراس کے ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں اور ان میں سے لوگوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنی جان بچانے کی خاطر ملک کے اس بازو کو خالی کرنا پڑا۔

مشرقی پاکستان میں متعین مسلح افواج کو ہر قسم کے طنز اور ہتک کا نشانہ بنایا گیا۔ شدید اشتعال انگیزی کے باوجود انہوں نے جس زبردست صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس پر میں انہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ ان کا نظم و ضبط کا جذبہ حقیقت میں قابل تعریف ہے۔

www.bhutto.org

میں ان پر فخر کرتا ہوں۔

مجھے شیخ مجیب الرحمٰن اور ان کے ساتھیوں کے خلاف ہفتوں پہلے کارروائی کرنی چاہیے تھی۔ لیکن مجھے صورتحال کو اس طور پر بہتر بنانے کی پوری کوشش بھی کرنی پڑی تھی کہ اقتدار کی پرامن منتقلی کے میرے منصوبے میں رکاوٹ نہ پڑے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کی اپنی خواہش کے پیش نظر میں یکے بعد دیگرے غیر قانونی کارروائیوں کو برداشت کرتا چلا گیا اور ساتھ ہی اس دوران میں کسی معقول حل پر پہنچنے کے لئے ہر ممکنہ ذریعہ کی تلاش کرتا رہا۔

میں پہلے ہی اپنی اور مختلف سیاسی لیڈروں کی ان کوششوں کا ذکر کر چکا ہوں جو شیخ مجیب الرحمٰن کو معقول رویہ اختیار کرانے کے لئے کی جا چکی ہیں۔ ہم نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ لیکن وہ کسی بھی تعمیر اندازی میں اپنے ردعمل کا اظہار کرنے میں ناکام رہے۔ دوسری بات وہ اور ان کے حامی ڈھاکہ میں میری موجودگی کے دوران بھی حکومت کے اختیارات کے خلاف قانونی خلاف ورزیاں کرتے رہے۔ جس اعلان کی انہوں نے تجویز پیش کی تھی وہ سوائے ایک پھندے کے اور کچھ نہ تھا۔ وہ جانتے تھے کہ اس کی حیثیت ایک تحریر شدہ کاغذ کے سوا اور کچھ نہیں ہوگی اور مارشل لاء ہٹانے سے جو خلاء پیدا ہوگا اس میں وہ بلا روک ٹوک جو جی میں آئے کارروائی کر سکیں گے۔ ان کی ضد، ہٹ دھرمی اور معقول بات چیت کرنے سے سرے سے انکار سے صرف ایک نتیجہ نکل سکتا ہے کہ یہ شخص اور اس کی پارٹی پاکستان کے دشمن ہیں اور وہ مشرقی پاکستان کو ملک سے مکمل طور پر علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے اس ملک کے استحکام اور یکجہتی پر حملہ کیا ہے۔ اس جرم کو معاف نہیں کیا جائے گا۔

ہم بعض اقتدار کے بھوکے اور غیر محب وطن افراد کو اس ملک کو تباہ کرنے اور بارہ

www.bhutto.org

کروڑ عوام کی قسمت سے کھیلنے کی اجازت نہیں دیں گے۔

6 مارچ کو قوم کے نام اپنی تقریر میں میں نے آپ سے کہا تھا کہ یہ پاکستان کی مسلح افواج کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کی یکجہتی، استحکام اور سلامتی کی ضمانت دے۔ میں انہیں اپنے فرائض پورا کرنے اور حکومت کے اختیارات بحال کرنے کا حکم دے چکا ہوں۔

اس وقت ملک میں جو سنگین صورتحال موجود ہے۔ اس کے پیش نظر ملک بھر میں تمام سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا ہے۔ جہاں تک عوامی لیگ کا تعلق ہے اسے سیاسی پارٹی کی حیثیت سے مکمل طور پر ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ میں نے مکمل پریس سنسر شپ نافذ کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔ ان فیصلوں کی روشنی میں بہت جلد مارشل لاء کے ضوابط جاری کئے جائیں گے۔

آخر میں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرا بڑا مقصد وہی ہے یعنی عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار کی منتقلی، جونہی صورتحال اجازت دے گی، میں اس مقصد کے حصول کی خاطر تازہ اقدامات کروں گا۔

مجھے توقع ہے کہ مشرقی پاکستان میں جلد ہی امن عامہ کی صورتحال معمول پر آجائے گی اور ہم ایک مرتبہ پھر اپنی منزل کی طرف بڑھ سکیں گے۔

میں اپنے ہم وطنوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس صورتحال کی سنگینی کو محسوس کریں جس کی تمام تر ذمہ داری پاکستان دشمن اور علیحدگی پسند عناصر پر ہے اور وہ ملک کے معقول شہریوں کی طرح رویہ اپنائیں۔ اس لئے کہ اسی میں پاکستان کا تحفظ اور نجات مضمر ہے۔

اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو!

پاکستان پائندہ باد!

www.bhutto.org

فیکٹ پبلی کیشنز کی بیسٹ سیلر کتابیں

نئے اور منفرد موضوعات پر اسلامی کتب

تاریخ مدینہ منورہ، زمانہ قدیم سے حال تک	ترجمہ: ڈاکٹر شمس کمال انجم
تاریخ خانہ کعبہ، زمانہ قدیم سے حال تک	محمد طاہر الکردی
تاریخ غلاف کعبہ، تفصیلی حالات، تاریخی واقعات کے ساتھ	علی شبیر
تاریخ حجر اسود، مفصل اور مستند تاریخی واقعات کے ساتھ	علی شبیر
تاریخ القرآن، نزول سے آج تک کے تمام تاریخی واقعات اور معلومات	مولانا حافظ محمد اسلام
تاریخ بیت المقدس، شہر انبیاء کے تاریخی حالات و واقعات	عبدالقدیر خان / وسیم شیخ
انا الحق، خدا سرابی سے خود یابی تک	مظہر بخاری
تصوف کی ڈکشنری، پاکستان میں روحانیت اور تصوف کی پہلی اُردو لغت	خواجہ شاہ محمد عبدالصمد
عشق کی سائنس، "میں" سے "تُو" تک	نعمان نیّر کلاچوی
عظیم مسلمان مفکرین	ہارون شیروانی
سائیں کی باتیں (دلچسپ روحانی و اخلاقی اسباق)	شوبرت لال ورمن

دلچسپ سوانح عمریاں

اسٹیفن ہاکنگ، عظیم سائنسدان کی زندگی، خیالات اور تجربات	مائیکل وائٹ
بل گیٹس، کمپیوٹر میں انقلاب برپا کردینے والی ہستی کا دلچسپ احوال	منصور ارشد
آئزک نیوٹن، ایک عظیم اور پُر اسرار سائنس دان	کیری لوگن ہولی مین
البرٹ آئن سٹائن، عظیم ترین سائنس دان کی محنت اور جدوجہد	ترجمہ: او۔ پی۔ نامی
جرنیل بیتی، جنرل پرویز مشرف کی سوانح عمری	مقبول ارشد

www.bhutto.org

کلاسیک کی حیثیت اختیار کر جانے والی لازوال کتابیں

قصہ حاتم طائی	نورالحسن نقوی
قصہ چہار درویش	نورالحسن نقوی
شاہنامہ کی کہانیاں	ابوالقاسم فردوسی
شیکسپیئر کی بہترین کہانیاں	ولیم شیکسپیئر
مکالمات افلاطون	ترجمہ: ڈاکٹر عابد حسین

تاریخ و ثقافت

مشاہیر چین، چین کے انقلابی راہنمائی کی داستانیں	عابد علی خان
صحیفہ چین	کنفیوشش
کشمیر کے راجے اور مہاراجے	محمد الدین فوق

عظیم شخصیات کے اقوال

دنیا کے مشہور اور قابل ترین شخصیات کے وہ روشن افکار جس پر عمل کر کے آگے بڑھا جا سکتا ہے۔
انبیا کرام، صحابہ کرام، آئمہ کرام، اولیاء، حکما کرام، مذہبی راہنما، سپاہ گر، فاتحین، تاریخ دان،
سیاستدان، دانشور، شاعر، ادیب، انقلابی اور سیاسی راہنماؤں کی دانش بھری باتوں کا خزانہ

مرتب: محمد رحمان

More Books, Visit our website and like our Facebook page.

www.factpublications.com

www.facebook.com/fact.publications

For order: call us @ 042 35240076, 0300-9482775

and message our FB Page

www.bhutto.org

فیکٹ پبلی کیشنز کی بہترین کتابیں

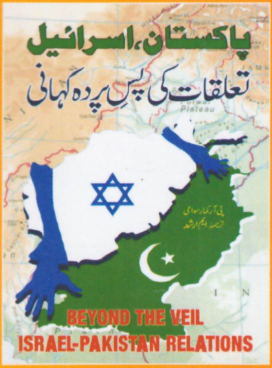

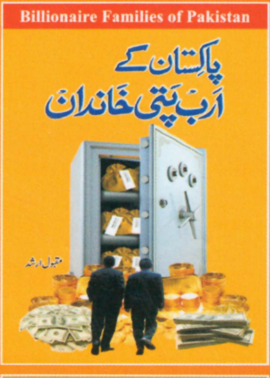

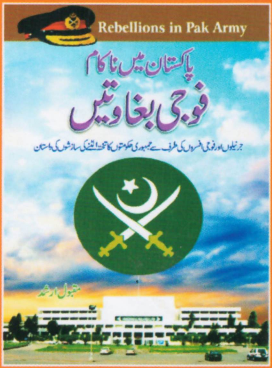

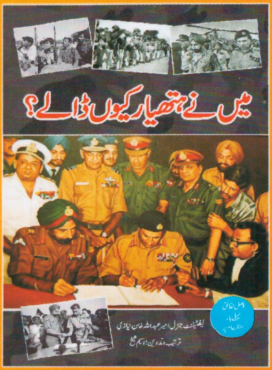

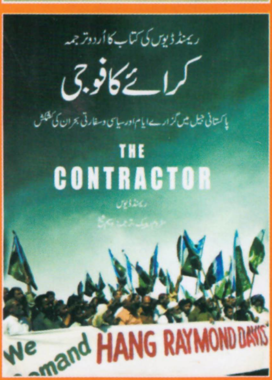

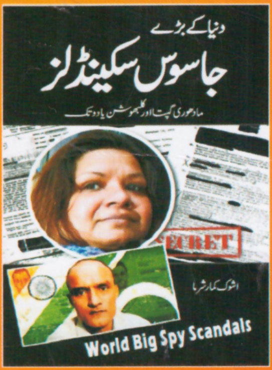

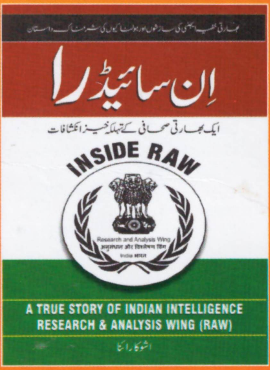

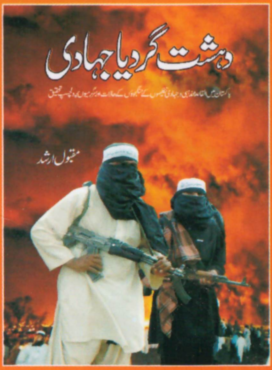

ISBN 978 969 907 245 1
9 789699 072451

فیکٹ پبلیکیشنز

Website: www.factpublications.com
Email: info@factpublications.com